بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ (القرآن)

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اصول حدیث، فن حدیث اور رجال میں مہارت، اور آپ کے محدثانہ طرز استدلال اور تصانیف پر کئے گئے اعتراضات کا دندان شکن جوابی رسالہ بنام اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا

بحیثیت

امام المحدثین

از

مفتی غلام رسول اسماعیلی

ناشر:
مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار۔٦

نام کتاب	:امام احمد رضا بحیثیت امام المحدثین
نام مرتب	:مفتی غلام رسول اسماعیلی
کمپوزنگ	:بذات خود
اشاعت	:۱۰۷ سالہ عرس رضوی
مطبع	:
سن اشاعت	:۲۵/صفر المظفر ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۰/اگست ۲۰۲۵ء
زیر اہتمام	:مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار۔٦

اعتراف

قارئین کرام ہمیں اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے، نیز وقت کی کمی کا بھی احساس ہے۔ پھر بھی ہم نے اپنے طور پر حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اغلاط نہ رہ پائیں، باوجود اس کے اگر کہیں کسی طرح کی خامی یا ٹائپنگ میں غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور ہوں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی درستگی ہو سکے۔

❁❁❁

ملتمس راقم الحروف

9572161137

اجمالی فہرست

❁❁❁

شرف انتساب

امام اہلسنت محدث بریلوی اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حامی سنت باعث خیر و برکت الشاہ **امام احمد رضا خان** فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں جنہوں نے زندگی کا ہر لمحہ دین کی تبلیغ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احیاء، عقائد اہلسنت کی حقانیت، اسلامی افکار ونظریات کی ترویج، اصلاح احوال، اسلامی نظام معیشت کی آبیاری فرمائی۔ جن کا فیضان علمی وروحانی ساری دنیا کو دستیاب ہے جنکی تحریک اور تصنیف سے سنیت کے چشمے ابلتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

طالب دعا: غلام رسول اسماعیلی

گوہر بنکی، باسوپٹی مدھوبنی بہار

9572161137

حرف آغاز

حامداو مصلیاو مسلما

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایسی شخصیت ہے جوتمام تر علوم و فنون میں مہارت رکھتی ہے گویا عظیم المرتبت مفسر،جلیل القدرمحدث اور بلند پایہ فقیہ تھے،آپ کی نابغۂ روز گار شخصیت نے تنہا وہ کام انجام دئے جوایک انجمن اورتحریک انجام نہیں دے سکتی۔آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی نشرواشاعت اوردفاع اہل سنت کے لئے وقف کردی تھی۔یقینا اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نامور محدث،فقیہہ اورعالم باعمل اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

ہرمحاذ پرآپ نے باطل اورفتنہ پرورلوگوں اور جماعتوں کاتن تنہا ڈٹ کرمقابلہ کیا، اور چومکھی لڑائی لڑی،اپنی زندگی کا ہرلمحہ دین کی تبلیغ ،سنت رسول کی احیاء،عقائد اہلسنت کی حقانیت،اسلامی افکار ونظریات کی ترویج ، اصلاح احوال، اسلامی نظام معیشت کی آبیاری فرمائی ۔لوگوں کی تربیت کے لئے درس وتدریس ، بیانات ، خطبات کا سلسلہ جاری کیا،اس کےعلاوہ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کےعلمی کاموں میں ایک بہت بڑا کام خدمت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ جسکی مثال نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ چوٹی کے علماءعرب وعجم نے آپ کو چودہویں صدی کا مجددقرار دیا۔اگرہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بے مثال علمی اورتحقیقی خدمات کوان کی ۶۵ رسالہ زندگی پرتقسیم کریں تو ہر ۵ رگھنٹے میں اعلیحضرت اس امت کوایک کتاب دیتے ہوئے نظرآتے ہیں،بلاشبہ یہ وہ خدمات ہیں جوکوئی ادارہ اور انسٹیٹیوٹ ہی

کرسکتا ہے جسے بریلی کی سرزمین کے اس بوریہ نشیں نے تن تنہا کر دکھایا۔

اس حقیقت سے بھلا کون صاحب عقل انکار کرسکتا ہے کہ اعلیحضرت نے علوم وفنون کے کسی خاص گوشہ پر ہی کام نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی ذہانت ولیاقت کے پھولوں سے متفرق علوم وفنون کے متعدد گوشوں کو مہکا دیا اور اسی پھول کی خوشبو سے اسلامی علوم پر مشتمل برصغیر کا علمی سرمایہ جگمگا رہا ہے۔آپ نے اپنی گراں قدر تحقیقات سے جہاں اسلامی علوم کے ذخیرے میں معتد بہ اضافہ کیا وہیں آپ کی تحقیقات عالیہ نے اسلام کے اثبات اور اسلام مخالف نظریات کی نفی کی ۔ دشمنان اسلام کے منہ بند کیئے تو مخالفین کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔آپ نے جہاں ایک طرف برصغیر کے علماء سے داد تحسین حاصل کی وہیں خود عالم عرب کے مائیہ ناز اہل علم کو بھی اپنی خداداد صلاحیت ولیاقت اور کامل ذہانت وذکاوت کا پورا پورا احساس کرادیا۔

جن علوم وفنون میں آپ نے اپنے عظیم رشحات قلم یادگار چھوڑے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے۔متعدد سوانح نگاروں نے انکی متفرق تعداد لکھی مگر ماہنامہ سنی دینا بریلی شریف نے جو تعداد بیان کیا ہے وہ سب سے زیادہ اہم ومعتبر ہے۔اس کے مطابق آپ کے علوم وفنون کی تعداد ستر (۷۰) ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:''آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ وقدیمہ پر بھی مکمل دسترس وعبور حاصل تھا۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کیئے بغیر اپنی خداداد صلاحیت وذہانت سے کمال حاصل کیا۔ایسے تمام علوم وفنون پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریبا ستر (۷۰) ہے۔ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محقق اور

ماہرین علوم وفنون ان کے نام سے بھی آگاہ نہ ہوں گے''۔(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، بابت ماہ اگست ۱۹۹۲)۔

ان موضوعات پر آپ کی گراں قدر تصانیف نے اہل برصغیر سے تو خراج عقیدت حاصل کیا ہی خود علمائے حرمین طیبین کو بھی آپکی تصانیف کے علمی پائے اسناد کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔

امام احمد رضا نے جن جن موضوعات پر اپنی مایہ ناز تحقیقات اور گراں قدر تخلیقات پیش کی ہیں انہیں میں سے ایک علم حدیث بھی ھےجس میں آپکو نمایاں وعظیم مقام و مرتبہ حاصل تھا۔۔آحادیث کریمہ کا ایک بحر بیکراں آپ کے سینہ میں موجزن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس موضوع پر بھی آپ کا قلم اٹھتا اسلامی مزاج اور افکار ونظریات کی حمایت اور کفر وبطالت کی تردید میں احادیث کریمہ کا اتنا انبار لگا دیتے کہ پڑھنے والا موافق ہو تو اس کا کلیجہ ٹھنڈا اور آنکھیں روشن ہوں اور مخالف ہو تو زبان گونگا اور دل ماننے پر مجبور ہو جائے۔ اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ اور سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ وحضرت سید عابد سندھی اور شیخ الاسلام حضرت علامہ زینی دحلان مفتئ مکہ مکرمہ وغیرہ سے سند حدیث کی اجازت حاصل تھی۔ امام احمد رضا کو جہاں فن حدیث سے مکمل واقفیت اور اس پر ملکئہ کاملہ حاصل تھا وہیں اسماء الرجال پر بھی کافی دسترس اور حدیث کی اصطلاحات پر بھی عبور کامل تھا۔اس فن میں آپ کے قلم حقیقت رقم سے جو تخلیقی، تصنیفی اور تحقیقی کارنامے صادر ہوئے ہیں اس سلسلہ میں ہم یہاں سب سے پہلے مولانا محمد صابر القادری بستوی کے تصنیف کا اقتباس تحریر کرتے ہیں۔''علم حدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں وہ ہر وقت پیش نظر رہتیں۔ درجنوں حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی اس کی روایت ودریت

کی خامیاں ہر وقت از بر۔ علم الحدیث میں سب سے زیادہ نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے۔ جب اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب وتزہیت میں وہی الفاظ مل جاتا تھا۔ یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہین لیکن جس یحییٰ کے طبقے اور استاد وشاگرد کا نام بتادیا جاتا وہی حرف آخر بن جاتا۔ ایسے جیسے کہ اعلیٰ حضرت خود موجد تھے۔ کہ طبقہ واسماء سے بتادیتے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں راسخ اور علم سے شغف کامل''۔

(معارف رضا سلور جوبلی سالنامہ پاکستان بحوالہ مجدد الاسلام: اعلیٰ حضرت بریلوی صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۲)

اس اقتباس سے اعلیٰ حضرت کے فن اسماء الرجال سے تعلق کا علم تو ہوتا۔ اس موضوع پر آپ کی ایک نہایت اہم کتاب کا نام ''منیر العین فی تقبیل الابہامین'' ہے آپ کا طرز استدلال کتنا نرالہ تھا ملحظہ فرمائیں: ''یہ بات خوب یادرکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں ہے جس سے قابلیت احتجاج منفی ہونا صالح ولائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل وموضوع جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہیں جائے گا صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہاء کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہے درجہ بدرجہ مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ پھر حسن لغیرہ پھر حسن لذاتہ پھر حسن لغیرہ پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رہے جیسے اختلاط راوی سوئے حفظ تدلیس وغیرہا۔ اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب مجتمع بہا ہیں اور آخر کے قسم صالح بر متابعات وشواہد میں کام آتی ہے۔ اور جابر

سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور گراں بہا پہنتی ہے ورنہ در بار فضائل تو آپ ہی مقبول تنہا کافی ہے۔ پھر درجہ ششم میں ضعیف بضعف قوی و دہن شدید ہے۔ جسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا شرط کے ہنوز سرحد کذب سے جدا ہو یہ حدیث احکام میں احتجاج در کنار اعتبار کے بھی لائق نہیں ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلق اور بعض کے طور پر بعد انجبار متعدد مخارج وتنوع ترک منصب قبول وعمل باقی ہے۔ پھر درجۂ ہفتم میں مرتبۂ مطروک سے جس کا مدار وضاع کذاب یا مہتم الکذب پر ہو یہ مد ترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض روایت کی رو سے مطلقا ایک اور اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان کا اطلاق پر داخل موضوع حکمی ہے ان سب کے بعد درجۂ موضوع کا ہے یہ بالا جماع نا قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی بات میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا بھی توسع وتجوز ہے ۔حقیقتا حدیث نہیں محض مجبول و افترا ہے۔'' (منیر العین فی تقبیل الابہامین جلد دوم صفحہ نمبر ۵۲۵)

اسی طرح متعدد کتب حدیث پر آپ کے نتیجہ علم وفکر سے حواشی معرض وجود میں آئے۔ وہ آپ کے وفور علم اور حفظ و استحظار پر شاہد و عادل ہے بلاشبہ آپ نے حدیث کے رجل واصول پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ عمیق فکر ونظر سے اگر انکا مطالعہ کیا جائے تو اس سلسلہ میں بے شمار شواہد قاری سے سامنے آئیں گے۔ اعلی حضرت کی جہاں ایک طرف فن اسماء الرجال اور اصول حدیث پر گہری نظر تھی وہیں دوسری جانب قدرت نے ان کو حفظ کی بے پناہ قوت وقدرت مرحمت فرمائی تھی جسکا انہوں نے حفظ

حدیث کے سلسلہ میں خوب خوب فیض اٹھایا۔آپ کی اس خداداد صلاحیت کا ذکر اکثر محققین نے کیا ہے اس سلسلے میں علامہ یسین اختر مصباحی اس طرح رقمطراز ہیں۔

''حفظ حدیث کا غایت کمال کا مشاہدہ کرنا ہوتو ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ ورق ورق پر احادیث و آثار کی برکتیں نجوم وکواکب کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں۔ محض اپنے حافظہ کی قوت سے احادیث کا اتنا ذخیرہ کرلیا بس آپ کے لئے انعام الٰہی تھا۔جس کے لئے زبان و دل دونوں بیک وقت پکار اٹھتے ہیں **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء**''۔(امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت از مولانا یسین اختر مصباحی صفحہ ۱۲)

یہ مکتوب چونکہ امام اہل سنت کی محدثانہ عظمت اور احادیث سے متعلق آپ کی خدمات وتحقیقات کے لئے مختص ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر اس موضوع سے متعلق آپ کی گراں قدر تخلیقات وتحقیقات کا تعارف کرادیا جائے۔فن حدیث پر مشتمل امام احمد رضا کی تخلیقات اس موضوع پر آپ کا کام زیادہ تر عربی زبان میں اوراس میں بھی بہت کم ہی زیور طباعت سے آراستہ ہوسکا ہے۔جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا یسین اختر مصباحی صاحب نے تحریر کیا ہے۔''حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے کتب احادیث کے جو دقیق حواشی تحریر فرمائے ہیں وہ ابھی تک پوری طرح سے منظر ایام پر نہی آسکے ہیں''۔(امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت از مولانا یسین اختر مصباحی صفحہ ۸)

یہاں اس تلخ حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ اس موضوع پر امام احمد رضا کے رشحات قلم کو ابھی تک نہ تو یکجا کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ہم نہایت تلاش وجستجو کے بعد آپ کے کچھ شاہکار حاصل کرنے میں

کامیابی حاصل کی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا عبد المجتبیٰ رضوی صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس اور نقل کرنا چاہونگا جس میں اس موضوع پر آپ کے کثیر المواد ہونے کا ثبوت موجود ہے آپ نے لکھا ہے کہ ''فاضل بریلوی قدس سرہ نے علم حدیث میں جو فقید المثال کارنامے انجام دیے ہیں وہ ابتک یکجا نہیں ہوسکے ہیں ۔حدیث کے وہ سرمائے آپ لانسداد مطبوع و غیر مطبوعہ کتابوں میں الگ الگ پھیلے ہوئے ہیں ۔ نیز احادیث کے جو حواشی آپ نے قلمبند فرمائے وہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں''۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۴۱۲)

جہاں تک اس موضوع پر امام اہل سنت کی تصانیف کی تعداد کا سوال ہے اس میں آپ کے سوانح نگاروں میں کافی اختلاف ہے ۔جس میں مولانا عبد المجتبیٰ رضوی کی رائے مین اس فن مین آپ کی دستیاب تصانیف کی کل تعداد چھیالیس (۴۶) ہے جس کی تفصیل آپ نے اپنی کتاب تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۴۱۲ میں تحریر کی ہے ۔ ماہنامہ ''قاری''امام احمد رضا نمبر کے صفحہ ۲۰۶ تا صفحہ ۳۰۸ پر حدیث و اصول حدیث سے متعلق مولانا کی عربی اردو و مبیضات ،مسودات اور مطبوعات کی فہرست دی گئی ہے جن کی تعداد ترپن (۵۳) ہے ۔جن میں باعتبار زبان ان کی تعداد اس طرح ہے۔(عربی میں۴۵)(اردو میں :۵)(عربی اردو مشترکہ : ۳)ہے۔

(معارف رضا پاکستان بحوالہ ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر)

اور ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی نے اپنے تحقیقی مقالے میں حدیث اور اس کے متعلقات پر اعلی حضرت کی کتابوں کی جو فہرست پیش کی ہے ان کی مجموعی تعداد انسٹھ (۵۹) ہے جن میں گیارہ (۱۱)مطبوعہ اور اڑتالیس (۴۸) غیر مطبوعہ ہیں

(روہیل کھنڈ کے نثری ارتقاء میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ)

اعلی حضرت کی اس فن وموضوع سے متعلق تصانیف کی یہ تعداد بجا طور پر امام اہل سنت کو اس فن کا امام و ماہر تسلیم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ واقعی اعلی حضرت نے دیگر علوم کی طرح فن حدیث میں بھی قابل فخر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپ کے انہیں کارناموں کو دیکھتے ہوئے مولانا عبد المجتبیٰ رضوی کو تحریر کرنا پڑا ہے۔ ''میں پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دور کے بڑے بڑے محدثین اور ارباب علم وفن بھی اگر انصاف و دیانت کے ساتھ ان تحقیقات عالیہ اور اس وسعت مطالعہ کو دیکھ پائیں تو اپنا سارا دعوائے فضل وکمال بھول کر محدث اکبر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے تلمذ وشاگردی کو اپنی عین سعادت سمجھیں''۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۴۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ علم حدیث میں بے مثال بصیرت کے حامل تھے، آپ کی فن حدیث میں مہارت اس درجہ تھی کہ جرح وتعدیل جیسے پیچیدہ اور حساس موضوعات پر بھی آپ کی نظر نہایت دقیق اور دوررس تھی۔ آپ محد ثین کے حالاتِ زندگی، ان کی تاریخِ پیدائش ووفات، اساتذہ وتلامذہ کے روابط، اور ان کے علمی مراتب کی تفصیلات سے مکمل طور پر آگاہ تھے،

راقم الحروف کی دیرینہ خواہش تھی کہ عاشق صادق مسلک اہلسنت کی شان سنیت جان امام اہلسنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان کے حوالہ کچھ کام کیا جائے اس سے قبل احقر نے آپ کے خلیفہ وشاگرخاص حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری قادری علیہ الرحمۃ والرضوان پر ''ملک العلماء کی فقہی بصیرت'' تحریر کیا جو مقبول خاص وعام ہوا۔ ہم نے یہ سوچ کر قلم اٹھایا کہ مجھ احقر کو بھی امام اہلسنت کے علم کا چھینٹا میسر

آ جائے ہم نے اس مکتوب میں اولاً مصلحات حدیث اور علم حدیث کی تاریخ کو بیان کیا ہے اسکے بعد امام اہلسنت کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے اعلی حضرت کے حوالے علماء کبار اور علماء محدثین کی آرائیں پیش کی ہیں اس کے بعد امام اہلسنت کا علم حدیث میں کئی ایک حیثیات کا تذکرہ کیا ہے پھر مختلف موضوعات پر تمحیص کے بعد آپ کی تصانیف سے اقتباسات ہدیہ قارئین کیا ہے اور اخیر آپ کی مایہ ناز تصنیف فتاوی رضویہ کے حوالے ارباب علم ودانش کے اقوال پیش کیا ہے جن سے امام اہلسنت کی حدیث دانی ومہارت روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی۔ بلاشبہ آپ علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانۂ روزگار اور اپنی مثال آپ ہیں۔

اس رسالہ کو شائع کیا گیا ہے شعبہ نشر واشاعت مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار سے جو ادارہ بلاشبہ اپنی گونا گوں دینی، ملی علمی فقہی تعلیمی تربیتی اور تحریکی خدمات کی وجہ سے برصغیر ہندو پاک کے علاوہ بیرون ملک میں متعارف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ روز اول ہی سے یہ ادارہ اپنے مقصد اصلی کی طرف بڑی تیزی سے گامزن ہے۔ اور آج الحمد للہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا لگایا ہوا باغ غازی ملت علامہ غلام رسول بلیاوی صاحب کی صدارت میں پندرہ شعبہ جات پر مشتمل روبروز ترقی پذیر ہے ہر سال شعبہ افتاء وفضیلت وحفظ وقرآت کے متعدد تعداد میں نونہالان اسلام دستار وسند حاصل کر کے ملک و بیرون ملک کے طول وعرض میں ہر محاذ پر دینی، ملی، سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ رواں سال جشن دستار بندی بنام کنز الایمان کانفرنس میں ۱۲ رمفتیان کرام، ۱۷ رعلمائے کرام اور ۳۷ حفاظ کرام دستار وسند سے نوازے جارہیں، ملک کے مشاہیر مشائخ علماء اور شعرا تشریف لا رہے ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ایسے موقع پر ان کرم فرما اور خیر خواہ حضرات کا ذکر نہ کروں جنہوں نے معلومات کے سلسلے میں اور اس کام کے تکمیل میں میرا بھرپور تعاون کیا۔ میں ممنون ومشکور ہوں جملہ اساتذہ کرام واحباب خصوصا مولانا سید احمد رضا صاحب مہتمم ادارہ شرعیہ جنہوں نے میری خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔
اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں میری کاوش کو قبول فرمائے اور میری اور میرے والدین کریمین کی مغفرت عطا فرمائے۔آمین۔

از: غلام رسول اسماعیلی

خادم التدریس والافتاء مرکزی ادارہ شرعیہ

اگلوں نے بھی لکھا ہے بہت دین پر مگر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

مصطلحات

❁❁❁

علم اصول حدیث:

ایسے اصول وقوانین کا جاننا جن کے ذریعہ سند ومتن یعنی راوی اور مروی کے وہ احوال وکوائف معلوم ہوں جنکی بناء پر حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

موضوع:

اس علم کا موضوع قبول اور رد کے اعتبار سے سند اور متن ہے۔

غرض وغایت:

سند ومتن کے صحیح اور غیر صحیح، مقبول ونامقبول ہونے کی واقفیت حاصل کرنا۔

حدیث:

لغت میں جدید کو اور اصطلاح محدثین میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔

خبر:

لغت میں خبر دینے کو کہتے ہیں اور اصطلاحی معنی میں تین قول ہیں:

۱۔۔ خبر حدیث کا مترادف ہے۔ (یعنی دونوں کا ایک ہی معنی ہے)

۲۔۔ خبر حدیث کا غیر ہے لہذا حدیث وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے نقل کی گئی ہو۔

۳۔۔ خبر حدیث سے عام ہے لہذا حدیث وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے نقل کی گئی ہو۔

اثر:

لغت میں کسی چیز سے جو باقی رہ جائے اسے اثر کہتے ہیں اور اصطلاحی معنی میں دو قول ہیں:

ا۔۔اثر حدیث کا مترادف ہے۔(یعنی دونوں کا ایک ہی معنی ہے)

۲۔۔اثر حدیث کا غیر ہے لہذا احادیث وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو اور اثر وہ اقوال وافعال ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب ہو۔

سند:

راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے۔

اسناد:

سند ہی کے ہم معنی ہے اور کبھی سند کو ذکر کرنے اور طرق حدیث کو بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

متن:

وہ کلام جس تک سند پہنچتی ہے۔

محدث:

وہ شخص جو علم حدیث میں روایتاً یا درایتاً مشغول ہو اور وہ بے شمار احادیث اور ان کے راویوں کے احوال پر مطلع ہو۔

حافظ:

اس میں دو قول ہیں:

ا۔۔اکثر محدثین کے نزدیک یہ محدث کا ہم معنی ہے۔

۲۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس کا درجہ محدث سے بلند ہوتا ہے اس طرح کہ راویوں کے ہر طبقہ میں اسکی معرفت، عدم معرفت سے زیادہ ہو۔

حاکم:

بعض علمائے کرام کی رائے کے مطابق حاکم اسے کہتے ہیں جو کچھ احادیث کے علاوہ تمام احادیث کا عالم ہو۔

شاذ:

لغت میں اس کو کہا جاتا ہے جو جماعت سے الگ تھلگ ہو۔ اور اصطلاح میں شاذ وہ حدیث ہے جو ثقات کی روایت کردہ حدیث کے خلاف مروی ہو۔

محفوظ:

راجح کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی محفوظ وہ حدیث ہے جسے اعلیٰ درجہ کا ثقہ راوی اپنے سے کم ثقہ کے خلاف روایت کرے۔

منکر:

وہ حدیث ہے جس کو اضعف راوی کسی ضعیف راوی کے خلاف روایت کرے۔

معروف:

منکر کا مقابل معروف ہے۔ یعنی معروف وہ حدیث ہے جس کو کسی ضعیف راوی نے اپنے سے زیادہ ضعیف کے خلاف روایت کیا ہو۔

معروف و منکر اور شاذ و محفوظ کے درمیان فرق:

معروف و منکر میں ہر ایک کے راوی ضعیف ہوتے ہیں مگر ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ ضعیف ہوتا ہے تو ضعیف کی روایت کو معروف اور اضعف کی

روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔اس کے برخلاف شاذ و محفوظ میں ہر ایک کے راوی قوی ہو تے ہیں مگر ان میں ایک دوسرے سے زیادہ قوی ہوتا ہے ان میں قوی کی روایت کو شاذ اور اقوی کی روایت کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

معلل:

وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کچھ خفی و دقیق ایسے عیوب ہوں جو اس کی صحت میں خلل انداز ہوں جن پر کوئی بہت ہی متبحر، ماہر، حاذق، ناقد محدث ہی مطلع ہو۔

متابع:

جب ایک راوی سے کوئی حدیث مروی ہو اور دوسرے سے اسی کے موافق کوئی حدیث مروی ہو تو دوسرے کی حدیث کو متابِع اور پہلے کی روایت کو متابَع اور اس عمل کو متابعت کہا جاتا ہے۔

شاهد:

اگر (اصل اور متابع) دو صحابیوں سے مروی ہوں تو متابِع کو شاہد کہا جاتا ہے۔

عدالت:

انسان کی ذات میں پایا جانے والا ملکہ جو اسے تقوی اور مروت کی پابندی پر آمادہ کرے۔

تقوی:

کفر و شرک اور فسق و بدعت جیسی برائیوں سے بچنا۔گناہ صغیرہ سے بچنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔مگر مذھب مختار یہی ہے کہ صغیرہ سے بچنا تقویٰ کے لئے ضروری نہیں کیونکہ یہ انسان کے بس سے باہر ہے، مگر گناہ صغیرہ پر اصرار سے بچنا ضرور شرط

تقویٰ ہے کیونکہ گناہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔

مروت:

مروت سے مراد ایسے خسیس اور رذیل کاموں سے بچنا ہے جو اگرچہ مباح ہیں مگر وقار اور انسانیت کے خلاف سمجھے جاتے ہیں جیسے بازاروں میں کھانا، پینا، راستہ میں پیشاب کرنا وغیرہ۔

عدل روایت اور عدل شہادت میں فرق:

راوی اور شاہد دونوں کے لئے عادل ہونا ضروری ہے مگر عدل روایت عدل شہادت سے عام ہے۔

(۱) کیونکہ عدل شہادت آزاد ہی کے ساتھ خاص ہے اور عدل روایت آزاد اور غلام دونوں کو عام ہے۔

(۲) یوں ہی عدل روایت کے لیے کسی صورت میں مرد ہونا ضروری نہیں جبکہ عدل شہادت کے لیے بعض صورتوں میں مرد ہونا ضروری ہے۔

(۳) اسی طرح راوی کی اپنے اصول و فروع سے روایت مقبول ہے مگر ان کے حق میں شہادت مقبول نہیں۔ (تدریب الراوی ص:۲۲۲)

ضبط:

ضبط سے مراد سنی ہوئی حدیث کو یاد رکھنا کمی بیشی اور خلل سے اسے بچانا تاکہ بوقت ضرورت اس کو باسانی بیان کر سکے۔

اقسام حدیث:

منتہائے سند کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

(۱)مرفوع (۲)موقوف (۳)مقطوع

مرفوع:

وہ حدیث ہے جس کی سند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے۔

موقوف:

وہ حدیث ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے۔

مقطوع:

وہ حدیث ہے جس کی سند تابعی تک پہنچے۔

سند کے اتصال وانقطاع کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

(۱)متصل (۲)منقطع

متصل:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

منقطع:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کہیں سے ایک یا چند راوی چھوٹ گئے ہوں۔

راویوں کے کثرت وقلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱)غریب (۲)عزیز (۳)مشہور (۴)متواتر

غریب:

وہ حدیث ہے جس کا راوی کسی دور یا ہر دور میں صرف ایک ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو ہوں۔

مشہور:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر دور میں دو سے زائد ہوں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہو۔

باعتبار مراتب قوت حدیث کی اصل میں تین قسمیں ہیں۔(۱) صحیح، یہ سب سے اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے۔(۲) ضعیف، سب سے ادنی درجہ کی، (۳) حسن، یہ متوسط درجہ کی ہے۔ اور (حدیث کی) مذکورہ بالا تمام قسمیں انہی تین اقسام میں داخل ہیں۔

صحیح:

وہ حدیث ہے جو عادل، تام الضبط راوی کی روایت سے مروی ہو اور اس کی سند متصل ہو، اور معلل وشاذ نہ ہو۔

صحیح کی قسمیں:

اس کی دو قسمیں ہیں (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ

صحیح لذاتہ:

وہ حدیث ہے جس میں صحیح کی تعریف میں مذکور تمام صفات کامل طور پر پائی جائیں۔

صحیح لغیرہ:

وہ حدیث ہے جس کے اندر صحت کے شرائط مذکورہ میں کچھ کمی ہو مگر تعدد طرق سے اس کی تلافی ہوگئی ہو۔

حسن کی قسمیں:

حسن کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حسن لذاتہ (۲) حسن لغیرہ

حسن لذاتہ:

وہ حدیث ہے جس میں صحت کے مذکورہ بالا شرائط میں کی قسم کی کمی پائی جاتی ہو اور تعدد طرق سے اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ:

وہ حدیث ضعیف ہے جس کے ضعف کی تلافی ہوگئی ہو۔ تلافی ضعف کی متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً کئی سندوں سے مروی ہونا، ائمہ کا اس پر عمل ہونا، صالحین کا عمل، مجتہدین کا استدلال، تجربہ وکشف وغیرہ۔

ضعیف:

وہ حدیث ہے جس میں صحیح کے تمام یا بعض شرائط نہ پائے جاتے ہوں اور کسی طرح اس کی تلافی بھی نہ ہوئی ہو۔

ضعیف کی قسمیں:

حدیث ضعیف کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ضعیف بضعف قریب:

یعنی ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے لائق ہے، مثلاً یہ ضعف اختلاط راوی، سوے حفظ یا تدلیس وغیرہ کی وجہ سے ہے، یہ متابعات وشواہد کے کام آتی ہے، اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔

(۲) ضعیف بضعف قوی ووھن شدید:

جیسے وہ حدیث جو راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہو بشرطیکہ ابھی

سرحد کذب تک نہ پہنچی ہو۔ یہ احکام میں لائق استدلال نہیں، البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول، ہاں تعدد وتنوع طرق سے انجبار کے بعد بالاتفاق مقبول ہے۔

(۳) مطروح:

وہ جس کا راوی وضّاع کذّ اب یا متّہم بالکذب ہو۔ یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے، بلکہ بعض محاورات کی بنا پر مطلقا اور ایک اصطلاح پر اگر اس کا مدار کذّ اب پر ہوتو اسے بھی موضوع کہتے ہیں۔ بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم موضوع حکمی میں داخل ہے۔

(۴) موضوع:

یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا بطور مجاز ہے حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں۔

راوی کی عدالت سے متعلق اسباب طعن پانچ ہیں:

(۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت

کذب:

کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ خود اس کے اقرار کر لینے یا دوسرے قرائن (جس کو اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے مشمولہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں رسالہ بنام منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں بالتفصیل بیان فرمایا ہے) سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے۔

بر بنائے مذہب مشہور مطعون بالکذب کی حدیث کو **موضوع** کہا جاتا ہے۔

اتہام کذب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ عوامی گفتگو میں اس کا جھوٹا ہونا مشہور ہو اور حدیث نبوی ﷺ میں اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

فسق:

گناہ کبیرہ کے ارتکاب کو فسق کہتے ہیں اور فسق عملی اور فسق اعتقادی کی طرف منقسم ہے مگر اسباب طعن میں فسق عملی مراد ہے فسق اعتقادی نہیں۔

جہالت:

راوی کا مجہول اور نا معلوم ہونا بھی طعن فی الحدیث کا ایک سبب ہے کیونکہ جب اس کا نام اور شخصیت معلوم نہ ہو تو اس کا حال بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ ثقہ ہے یا نہیں۔

بدعت:

بدعت سے مراد یہ ہے کہ جو بات دین میں مشہور و معروف ہو، حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو اس کے خلاف اعتقاد رکھنا جبکہ کسی شبہ یا تاویل کی بنا پر ہو از راہ عناد و انکار نہ ہو کہ یہ تو کفر ہے۔

ضبط سے متعلق اسباب طعن بھی پانچ ہیں:

(۱) فرط غفلت (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) وہم (۵) سوء حفظ۔

فرط غفلت:

سے مراد یہ ہے کہ راوی کو اپنے مرویات سے ایسی غفلت ہو کہ وہ دوسروں کی تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتادے کہ تو نے یہ سنا تھا وہی مان لے۔

کثرت غلط:

سے مراد یہ ہے کہ راوی کی بیان حدیث میں غلطیاں صواب سے زیادہ یا برابر ہوں ۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ غفلت حدیث کی سماعت اور اس کی یادداشت میں ہوتی ہے جب کہ غلطی حدیث سنانے اور دوسرے تک پہنچانے میں ہوتی ہے۔

مخالفت ثقات:

یہ ہے کہ راوی اسناد یا متن میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔ مخالفت ثقات سے حدیث شاذ ہو جاتی ہے۔

طعن بوجہ وھم ونسیان:

کبھی وہم ونسیان کی وجہ سے روایت حدیث میں راوی سے خطا سرزد ہو جاتی ہے۔ اگر وجوہ علل اور اسباب قادحہ کو بتانے والے کو قرائن کے ذریعہ اس کی اطلاع مل جائے تو وہ حدیث **معلل** کہلاتی ہے۔

سوئے حفظ:

(یادداشت کی خرابی) اس سے مراد یہ ہے کہ کہ اس کا صواب خطا پر غالب نہ ہو۔ اگر خطا صواب پر غالب یا مساوی ہو تو سوے حفظ میں داخل ہے۔

❁❁❁

مسلک اعلی حضرت سے دوری گمرھی ھے۔

تاریخ علم حدیث:

اگر علم حدیث کی تاریخ باعتبار تدوین وکتابت دیکھا جائے تو اس کی ابتدا زمانہ رسول ﷺ ہی میں ہو چکی تھی، چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خطبہ دیا تو خطبہ کے بعد یمن کے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے لکھوادیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: "**اكتبوا لأبي شاه**" ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔

اس حدیث پاک کے ایک راوی ولید بن مسلم رضی اللہ عنہ نے امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اس صحابی کے قول: "**اكتبوا لي يا رسول الله**" سے کس چیز کا لکھنا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حضور ﷺ سے جو اس نے خطبہ سنا وہی لکھنا مراد ہے۔ (صحیح البخاری کتاب في اللقطه، باب كيف تعرف لقطة اهل مكه ج ۳ ص: ۱۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**مَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ حَدِيثًا مِنِي إِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لا أكتب (صحيح ابن حبان، ذكر كثرة الرواية أبي هريرة عن النبي صلي الله عليه وسلم، ج ۱٦، ص ۱۰۳)** ترجمہ: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیث والا نہیں تھا البتہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ زیادہ حدیث والے تھے کیوں کہ وہ حدیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

اور شک یا شبہ کی بنا پر حدیث قبول کرنے نہ کرنے میں احتیاط وتثبت کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادوار ہی میں ہو چکا تھا، اس کی دو چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے کہ جدہ (دادی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور آپ سے وراثت کا مطالبہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا: میں آپ کے لیے کلام پاک میں کچھ نہیں پاتا اور میرے علم میں بھی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لیے کچھ ذکر کیا ہے پھر آپ نے لوگوں سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا، آپ انہیں چھٹا حصہ دیتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا تمھارے ساتھ کوئی اور ہے؟ اس مطالبہ پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے مثل گواہی دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ فرمادیا۔ (**تذکرۃ الحفاظ، طبقات الحفاظ، امام ذہبی رحمہ اللہ، الطبقۃ الأولی، ج ا ص ۹**)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن قیس ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ سلام کیا مگر انہیں اجازت نہیں دی گئی تو آپ لوٹ آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے آئے اور فرمایا: آپ کیوں لوٹ گئے؟ تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ سلام کرے اور اسے جواب نہ دیا جائے تو وہ لوٹ جائے''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور وعید فرمایا: آپ جو کہہ رہے ہیں اس پر دلیل قائم کریں ورنہ میں آپ کے ساتھ ایسا کروں گا تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور ان کے چہرے

کا رنگ بدلا ہوا تھا ہم نے کہا: کیا بات ہے؟ تو آپ نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا پھر انہیں میں نے حدیث سنائی تو کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ سب نے کہا: ہم سب نے اس حدیث کو سنا ہے، پھر ان لوگوں نے ان میں سے ایک شخص کو ان کے ساتھ بھیجا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس کی خبر دی۔ (جامع معمر بن راشد رحمه الله، باب الاستئذان ج ۱، ص ۳۸۱)

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا؟ تو اللہ تعالی جو چاہتا اس سے مجھے نفع پہنچتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے سوا کوئی مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا اگر وہ قسم کھالیتا تو میں اس کی تصدیق کر دیتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور انہوں نے سچ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص کوئی گناہ کرے پھر بہتر طریقہ سے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے اور اللہ تعالی سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالی اس کی مغفرت فرما دے گا'' (سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في أن الصلاة كفارة، ج ص ۴۴۶)

اور سب سے پہلے اسناد کی تفتیش و تحقیق کے بارے جس کا قول سامنے آتا ہے وہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ (ت ۱۱۰ ھ) ہیں، آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ ۔ (صحيح مسلم، مقدمة، باب في أن الإسناد من الدين، ج ۱، ص: ۱۵)

ترجمہ: یہ علم دین ہے لہذا جس سے اپنا دین سیکھو اسے پرکھ لو

نیز آپ ہی فرماتے ہیں: **لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ**

الْفِتْنَةُ قَالُوا: سموا النَارِ جَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلٰى اَهلِ السُّنَّةِ فَيُوخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُوخَذُ حَدِيثهُم. (صحيح مسلم، مقدمه، باب فی آن الإسناد من الدين، ج ۱، ص:۱۵)

ترجمہ: علمائے کرام اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے مگر جب فتنہ واقع ہوا تو ان حضرات نے کہنا شروع کیا ہمیں اپنے رجال کے نام بتاؤ تا کہ اہل سنت کی حدیث لی جائے اور اہل بدعت کی حدیث چھوڑ دی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (ت ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْ لَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاء (صحيح مسلم مقدمة، باب في أن الإسناد من الدين، ج ۱، ص:۱۵)

ترجمہ: اسناد دین میں سے ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا بیان کر دیتا۔

عن أَبِي إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عِيسَى الطالْقَانِي قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرحمٰن الحَدِيْثُ الَّذِى جَاءَ: ''إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّي لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ'' قال: فقال عبد الله يا ابا إِسْحَاقَ عَمَّنْ هَذَا قَالَ: قُلْتُ لَهُ: هَذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ: ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عنِ الْحجاجِ بن دِينَارٍ قَالَ: ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ: قُلْتُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ بين الحجاج بنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ، وَلَكِنْ لَيْسَ فِي الصدقة اختلاف ((صحيح مسلم مقدمة، باب في أن الإسناد من الدين، ج ۱، ص:۱٦)

ترجمہ: ابو اسحاق ابراہیم بن عیسی طالقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمن: اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں: ''نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ اپنے والدین کے لیے روزہ رکھو'' آپ کہتے ہیں کہ عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! یہ حدیث کسی سے مروی ہے؟ میں نے ان سے عرض کیا: یہ شہاب بن خراش کی حدیث سے ہے تو آپ نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں، انہوں نے کس سے روایت کی ہے؟ میں نے عرض کیا: انہوں نے حجاج بن دینار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: یہ ثقہ ہیں، انہوں نے کن سے روایت کی ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آپ نے فرمایا: اے ابواسحاق! بے شک حجاج بن دینار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اتنا لمبا فاصلہ ہے کہ اس میں چلنے والے کی زندگیاں ختم ہوجائیں لیکن بہرحال صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

عن علي بن شقيق يقول : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ عَلَى رُوسِ النَّاسِ : دَعُوا حَدِيثَ عَمْرِوبن ثابت فانه كَانَ يَسُبَّ السَّلَفَ .

(صحيح مسلم مقدمة، باب فى أن الاسناد من الدين، ج ۱، ص: ۱٦)

علی بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو مجمع عام میں کہتے ہوئے سنا عمرو بن ثابت کی حدیث چھوڑ دو کیوں کہ وہ سلف صالحین کو گالی دیتا ہے۔

فن کے ماہرین اور ان کی کتابوں کا اجمالی تذکرہ:

فن علوم حدیث میں کلام کرنے والے سلف صالحین کثرت سے پائے جاتے ہیں، صحابہ کرام میں جیسے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم، امیر المؤمنین حضرت

علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ، تابعین میں جیسے امام اعظم ابوحنیفہ، امام شعبی اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ وغیرہ، اس فن کے مباحث ابتدا میں اصول فقہ وغیرہ کی کتابوں میں مخلوط ذکر کیے جاتے تھے، اس وقت اس فن میں مستقل کسی کتاب کا تصور نہیں تھا، سب سے پہلے اس فن میں مستقل کتاب تقریباً چوتھی صدی کے نصف میں لکھی گئی، اس پہلی کتاب کا نام: **المحدث الفاصل بين الراوي و الواعي**، مؤلف: ابومحمد حسن بن عبدالرحمن رامہرمزی فارسی رحمہ اللہ (ت ۳۶۰ھ)

اس کے بعد امام حاکم، ابونعیم اصبہانی اور خطیب بغدادی رحمہم اللہ وغیرہ نے مستقل مفید کتابیں تصنیف کیں اور آج تک یہ علمی سلسلہ جاری ہے، اس فن کے بعض اہم علما اور ان کی کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں:

معرفۃ علوم الحدیث، مؤلف: ابوعبداللہ حاکم محمد بن عبداللہ نیساپوری رحمہ اللہ علیہ (ت ۴۰۵ھ) المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث، مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ علیہ (ت ۴۳۰ھ) الکفایۃ في علم الروایۃ، الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، مؤلف: ابوبکر احمد بن علی بغدادی رحمہ اللہ علیہ (ت ۴۶۳ھ) الالماع إلی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع، مؤلف: ابوالفضل عیاض بن موسی سبتی رحمہ اللہ علیہ (ت ۵۴۴ھ) مالا یسع المحدث جہلہ، مؤلف: ابوحفص عمر بن عبد المجید میانجی رحمہ اللہ (ت ۵۸۰ھ) علوم الحدیث معروف بہ مقدمہ ابن الصلاح، مؤلف: ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری رحمہ اللہ (ت ۶۴۳ھ) التقریب و التیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنظیر ﷺ، مؤلف: محی الدین یحی بن شرف نووی رحمہ اللہ (ت ۶۷۶ھ) نظم الدرر فی علم الاثر، مؤلف: زین الدین عبدالرحیم بن حسین

عراقی رحمہ اللہ (ت ۸۰۶ھ) نخبۃ الفکر في مصطلح اھل الاثر، مؤلف: ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی رحمہ اللہ علیہ (ت ۸۵۲ھ) فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث، مؤلف: محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ (ت ۹۰۲ھ) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر سیوطی رحمہ اللہ علیہ (ت ۹۱۱ھ) المنظومۃ البیوقونیۃ، مؤلف: عمر بن محمد بیقونی رحمہ اللہ علیہ (ت ۱۰۸۰ھ) اوران کے علاوہ قواعد التحدیث کے مصنف جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ علیہ (ت ۱۳۳۲ھ) وغیرہ بھی قابل ذکر ہیں۔

❁❁❁

امام مالک
رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں:
اگر حضور ﷺ کی عزت پر بات ھو اور
حضور ﷺ کی امت خاموش رھے تو وہ امت
اجتماعی طور پر مر جائے
اسے جینے کا کوئی
حق نھیں۔

مختصر تعارف امام اہلسنت

❀❀❀

امام اہل سنت مجدد دین وملت کشتۂ عشق رسالت شیخ الاسلام والمسلمین امام عاشقان حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ علم و دانش کے سمندر تھے۔ ان کے علمی جھلک دیکھ کر علمائے عرب وعجم حیران رہ گئے۔ محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے علمی ورثہ میں ہزاروں موضوعات پر تحریریں، علم کے ٹھوس ادلہ سے مزین رسائل، پیش آمدہ مسائل کے بارے میں قرآن وسنت، فقہائے امت کے ادلہ سے ماخوذ مستند فتاوی، تاریخ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا فتاوی رضویہ، عشق ومحبت سے لبریز عشاق دلفگار کے لئے نعتیہ کلام کا تحفہ، متلاشیاں حق کی تربیت کے لئے سلوک کے اسباق، جویان تحقیق کے لئے تحقیقی اصولوں پر مبنی نگارشات، کم وبیش ڈیڑھ سو سے زائد علوم کے دریا بہاتے علم کے چشمے اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا خاصا ہے۔

چھے سال کی عمر سے سفر آخرت تک قلم رضا سے وہ نور بداماں علم کی کرنیں پھوٹیں کہ دنیا ورطہ حیرت میں ہے کہ ہزاروں موضوعات پر ہزار سے زائد کتابیں اور ہر کتاب میں موضوع سے متعلق دلائل کے انبار ہیں۔

وہ جامع علوم وفنون شخصیت کے مالک تھے۔ محدث بریلوی ایک عقبری شخصیت تھے۔ آپ نے پوری شدت وقوت کے ساتھ بدعات کا رد کیا اور احیاء سنت کا اہم فریضہ ادا کیا۔ علماء عرب وعجم نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

محبت وعشق رسول ﷺ آپ کا طرہ ءامتیاز تھا یہی ان کی زندگی اور یہی ان کی پہچان، وہ خود فرماتے ہیں کہ میرے دل کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو ایک پر لا الہ الا

اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوگا آپ کا لکھا ہوا سلام مصطفٰی جان رحمت پہ لاکھوں سلام پوری دنیا میں پڑھا جاتا ہے۔

آپ کی کتب کی ایک ایک سطر سے عشق رسول کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔آپ کے عشق رسول کا اپنے ہی نہیں بیگانے بھی موافق ہی نہیں مخالف بھی دل و جان سے اقرار کرتے ہیں۔آپ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے ادب گستاخ فرقوں کا پوری قوت سے قلع قمع کرنے کے لئے جہاد فرمایا۔ دیو بندی کوثر نیازی مولوی کے بقول بھی" جسے لوگ امام احمد رضا بریلوی کا تشدد کہتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کے ادب واحتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔آپ کو ہر فن میں کامل دسترس حاصل تھی۔ بلکہ بعض علوم میں آپ کی مہارت حد ایجاد تک پہنچی ہوئی تھی۔

آپ کے رسالہ مبارک **الروض البمیج** فی آداب التخریج کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافتہ شود پس مصنف راموجد تصنیف ہذا می تواں تفت (تذکرہ علمائے ہند فارسی صفحہ ۱۷) ترجمہ:۔اگر (فن تخریج حدیث میں) اور کوئی کتاب نہ ہوتو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔

علم توقیت میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملالیا کرتے تھے وقت بالکل صحیح ہوتا اور ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہوتا۔

علم ریاضی میں بھی آپ کو حد سے زیادہ اعلٰی درجہ کی مہارت حاصل تھی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ریاضی کے ماہر ڈاکٹر سر ضیاء الدین آپ کی ریاضی میں مہارت کی ایک جھلک دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے۔

علم جفر میں بھی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ یگانۂ روزگار تھے۔الغرض اعلٰی حضرت

محدث بریلوی تمام علوم وفنون پر کامل دسترس رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ دینی اور ہر قسم کے علوم وفنون کے ماہر تھے۔

مگر افسوس کہ ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضور سیدنا مجدد اعظم محدث بریلوی جتنی عظیم المرتبت شخصیت تھے آپ اتنے ہی زیادہ مظلوم ہیں اور اس ظلم میں حامی ومخالف سبھی شامل ہیں جو آپ سے محبت کا دعوٰی کرتے ہیں مگر انہوں نے آپ کی شخصیت کا عوام کے سامنے اجاگر نہیں کیا۔ آپ کی عظمت پر بہت معمولی کام کیا۔ بلکہ کئی مکار لوگوں نے آپ کا نام لیکر آپ کو ناحق بدنام کیا۔ جتنا اعلی حضرت فاضل بریلوی نے گمراہی اور بدعات کا قلع قمع کیا، اتنا ہی بدعات کو رواج دے کر حضور اعلی حضرت فاضل بریلوی کو بدنام کیا جارہا ہے۔

دوسری طرف آپ کے مخالفین نے اس علمی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ آپ پر بے بنیاد الزامات کے انبار لگا دیئے گویا اعلی حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عظیم عبقری شخصیت اپنوں کی سرد مہری اور مخالفین کے حسد اور بغض وعداوت کا شکار ہو کر رہ گئی اور یہی ایک بہت بڑا المیہ ہے مگر یہ تو واضح ہے کہ حقیقت کو بدلا نہیں جا سکتا۔ اعلی حضرت فاضل بریلوی کے علمی رعب ودبدبہ کا یہ حال تھا کہ آپ کے کسی مخالف کو آپ سے مناظرے کی جراءت نہ ہوسکی۔ جوں جوں تحقیق ہوئی۔ اعلی حضرت محدث بریلوی کی شخصیت اپنی اصلی حالت میں نمایاں ہوئی اور ان کے علم وفضل کا چرچا از سر نو شروع ہو گیا اور صرف اپنے ہی نہیں بیگانے بھی حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی، شان فقاہت، فہم ودانش، عقل وفراست اور تبحر علمی کے اپنے تو کجا پس پردہ غیر بھی معترف ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا ہر گوشہ ہزاروں صفحات پر محیط ہے اور آپ کی ذات کے مختلف پہلوؤں پر اہل قلم لکھتے چلے آرہے ہیں، جو جس زاویہ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہے اس پہلو کو سپرد قلم کر کے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرتا ہے۔ امام اہلسنت کی مختصر سی کہانی احقر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

ولادت باسعادت:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولی نِعمت، عظیم البَرَکت، عَظیمُ المرُتبت، پروانہِ شمعِ رِسالت، مُجدِّد دِین ومِلَّت، حامیِ سُنّت، ماحِی بِدعت، عالِمِ شَرِیُعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیُر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ولادت باسعادت برصغیر کی علمی آماجگاہ شہر بریلی شریف کے مَحَلّہ جَسولی میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔

آپ کی پیدائش پر اہل خانہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور تاریخی اعتبار سے آپ المختار (۱۲۷۲ھ) کے لقب سے ملقب ہوئے۔ جد اعلیٰ حضرت والا امام علوم عقلیہ ونقلیہ جناب مولانا رضا علی خان رضی اللہ عنہ نے آپ کو احمد رضا کے نام سے موسوم کیا اور یہ ہی نام زبان زَدِ خاص وعام ہوا۔

نسب:

آپ کا نسبی سلسلہ افغانستان کے مشہور ومعروف قبیلہ بڑہیچ سے ہے جو افغانوں کے جدِ امجد قیس عبد الرشید (جنہیں سرکار دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضری دی کر دینِ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی) کے پوتے ''شرجنون'' الملقب بہ شرف الدین کے پانچ بیٹوں میں سے چوتھے

بیٹے بڑ ہیچ سے جاملتا ہے۔(گویا آپ ایک صحابیء رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اولاد سے ہیں)(شاہ احمد رضا خان بڑ ہیچ افغانی ص ۳۵)

القابات:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیشمار القابات ہیں، جن میں سے آپ کا مشہورترین لقب ''اعلیٰ حضرت'' ہے۔ مولانا بدرالدین احمد قادری صاحب ''سوانح امام احمد رضا'' میں ''اعلیٰ حضرت'' کے اس لقب کی وجہِ تسمیہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں خاندان کے لوگ امتیاز و تعارف کے طور پر اپنی بول چال میں اُنھیں ''اعلیٰ حضرت '' کہتے تھے۔ معارف وکمالات اور فضائل ومکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام وخواص ہی نہیں بلکہ ساری دُنیا کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ اور اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف، کسی حلقے میں بھی، اعلیٰ حضرت کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی ۔ (سوانح امام احمد رضا از علامہ بدر الدین قادری مطبوعہ سکھر ص ۸)

دیگر القابات:

مزید علمائے اہلِ سنت آپ کو بے شمار القابات سے یاد کرتے ہیں مثلاً۔۔۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، امامِ اہلسنت، مجدّ دِ دین وملت، پروانہ ءشمعِ رسالت، عالم شریعت، واقفِ اَسرارِ حقیقت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مخزنِ علم وحکمت، پیکرِ رُشد و ہدایت، عارفِ شریعت وطریقت، غواصِ بحرِ حقیقت ومعرف، تاجدارِ ولایت، شیخ الاسلام والمسلمین، حُجۃ اللہ فی الارضین، جتاج الفحول الکاملین، ضیاء الملۃِ والدّ ین، وارثُ الانبیاء والمرسلین، سراجُ الفقہا والمحدِّ ثین، زبدۃ

العارفین والسالکین، آیتُ من آیت اللہ ربّ العالمین ، معجزۃٌ من معجزات رحمۃ للعالمین، تاج المحققین، سراج المدققین، حامی السنن ، ماحی الفتن ، بقیۃ السلف ، حجۃ الخلف، مجددِ اعظم، وغیرہ من ذالک۔

علمائے حجاز کی طرف سے القابات:

علمائے حجاز نے آپ کو ان القابات سے یاد فرمایا ہے:

معرفت کا آفتاب، فضائل کا سمندر، بلند ستارہ، دریائے ذخار، بحر ناپید کنار، یکتائے زمانہ، دین اسلام کی سعادت، دائرہ علوم کا مرکز، سحبان فصیح اللسان، یکتائے روزگار وغیرہ اور علامہ اسمعیل خلیل المکی نے تو یہاں تک فرمادیا:

''اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلا شبہ حق وصحیح ہے''

(فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات از پروفیسر مسعود احمد صاحب مطبوعہ لاہور ص ۱۵)

حلیہ مبارک:

حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب مدظلہ العالی کی فرمائش پر مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہء مبارکہ اپنے مکتوب میں تحریر فرما کر بھیجا جو کہ مندرجہ ذیل ہے: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا، چہرہ ءمبارک پر ہر چیز نہایت موزوں ومناسب تھی، بلند پیشانی، بینی مبارک نہایت ستواں تھی، ہر دو آنکھیں بہت موزوں اور خوبصورت تھیں ،نگاہ میں قدرے تیزی تھی جو پٹھان قوم کی خاص علامت ہے، ہر دو ابرو کمان ابرو کے پورے مصداق تھے، لاغری کے سبب سے چہرہ میں گدازی نہ رہی تھی مگر ان میں ملاحت اس قدر عطا ہوئی تھی کہ دیکھنے والے کو اس لاغری کا احساس بھی نہ ہوتا تھا، کنپٹیاں اپنی

جگہ بہت مناسب تھیں، داڑھی بڑی خوبصورت گردار تھی، سر مبارک پر پٹے (زلفیں) تھے جو کان کی لو تک تھے، سر مبارک پر ہمیشہ عمامہ بندھا رہتا تھا جس کے نیچے دو پلی ٹوپی ضرور اوڑھتے تھے، آپ کا سینہ باوجود اس لاغری کے خوب چوڑا محسوس ہوتا تھا، گردن صراحی دار تھی اور بلند تھی جو سرداری کی علامت ہوتی ہے، آپ کا قد میانہ تھا، ہر موسم میں سوائے موسمی لباس کے آپ سپید (سفید) ہی کپڑے زیبِ تن فرماتے ، موسم سرما میں رضائی بھی اوڑھا کرتے تھے، مگر سبز کاہی اونی چادر بہت پسند فرماتے تھے اور وہ آپ کے تنِ مبارک پر سجتی بھی خوب تھی، آپ بچپن ہی میں کچھ روز گداز رہے پھر تو سب نے آپ کو چھریرا اور لاغر ہی دیکھا، آپ کی آواز نہایت پر درد تھی اور کسی قدر بلند بھی تھی، آپ جب اذان دیتے تو سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے، آپ بخاری طرز پر قرآن پاک پڑھتے تھے، آپ کا طرز ادا عام حفاظ سے جدا تھا، آپ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں ، آپ کی رفتا ایسی نرم کہ برابر کے آدمی کو بھی چلتا محسوس نہ ہوتا تھا۔

والد بزرگوار:

مولانا شاہ نقی علی خان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی ہیں۔ آپ زبر دست عالمِ دین، کثیر التصانیف بزرگ اور بڑے پائے کے عاشقِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تھے۔

پیدائش:

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ نقی علی خان بریلی شریف میں یکم رجب ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۰ء میں مولانا رضا علی خان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

اپنے والدِ ماجد سے تعلیم و تربیت پائی اور ان ہی سے درسی علوم سے فراغت حاصل کی۔ حق تعالیٰ نے اُن کو اپنے ہمعصروں میں معاش و معاد میں ممتاز فرمایا تھا۔ فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے۔ اپنی عمر عزیز کو سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں صرف کیا۔ (تذکرہ علمائے ہند ص۹۴۴)

اخلاق و عادات:

اعلیٰ حضرت اپنے والدِ گرامی کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں:

فراستِ صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملے میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا، عقلِ معاش و معاد دونوں کا بروجہِ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علوِّ ہمت، کرم و مروت، صدقاتِ خفیہ، میراثِ جلیہ، بلندیء اقبال، دبدبہ و جلال، موالاتِ فقرائ، حکام سے عزلت، رزقِ موروث پر قناعت وغیرہ ذالک۔ فضائلِ جلیلہ و خصائلِ جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اُس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت از ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۵)

عشقِ رسول ﷺ:

آپ کو حضورِ اکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کمال درجہ کا عشق تھا۔ ایک بار بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے نقاہت بہت ہو گئی، محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے فدائی کے جذبہء محبت کی لاج رکھی، اور خواب ہی میں

ایک پیالے میں دوا عنایت فرمائی، جس کے پینے سے افاقہ ہوا اور آپ جلد ہی رُو بصحت ہو گئے۔ (مولانا نقی علی خان از شہاب الدین رضوی، ۳۷)

اعلی حضرت کی ابتدائی تعلیم :

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی ولادت ایسے گھرانہ میں ہوئی جو علم و عمل کے لحاظ سے پورے بریلی شریف میں اپنی مثال آپ تھا، والد گرامیٔ قدر جناب مولانا نقی علی خان رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے قادر الکلام عالم ذی شان مجاہد جنگ آزادی ہندوستان تھے تو جد امجد مولانا رضا علی خان رضی اللہ عنہ بحر علوم اسلاف تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ذوق علم کی میراث اعلیحضرت کو اپنے گھرانہ سے ملی۔

ناظرہ قرآن کی سعادت:

جب امام اہلسنت کی زندگی کے چار سال ابھی مکمل ہوئے ہی تھے کہ ناظرۂ قرآن ختم کرنے کی سعادت ملی۔ کلام الٰہی کی برکتوں کو دامن میں سمیٹا تو علوم قرآن کی طرف توجہ مبذول ہوئی۔ علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے لئے اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کو زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف سب سے پہلے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ باپ اپنے وقت کا امام اور بیٹے نے اہلسنت کی قیادت وسیادت کی امامت پر فائز ہونا ہے، ایک طرف والد گرامی کی پدرانہ شفقت بیٹے کے سینے کو علوم ومعارف کے گنجینہ سے لبریز کر رہی تھی تو دوسری طرح علم وعمل، تقوی وطہارت پر کاربند باپ کی روحانیت بیٹے کی آنکھوں کے ذریعے سینے میں منتقل ہو رہی تھی۔

خطاب ذی شان بعنوان میلاد مصطفی ﷺ:

والد گرامی کی مشفقانہ محنت ومحبت سے جو علوم اعلی حضرت کے سینے میں منتقل ہوئے

تھے چھ سال مکمل ہونے پر اس کے اظہار کا آپ کو موقع ملا۔آپ رضی اللہ عنہ نے ایک کثیر الازدحام مجمع میں عشق مصطفی میں ڈوب کر میلاد مصطفی ﷺ کے موضوع پر ایسی مدلل جامع قرآن وسنت کے دلائل سے مزین بصیرت افروز خطاب کیا کہ سامعین آپ کے علوم ومعارف سے لبریز بیان کو سن کر وجد میں آ گئے اور تصویرِ حیرت بن گئے کہ اُن کے سامنے ایک کمسن بچے نے مذہبی دانشمندی کی وہ گراں مایہ باتیں بیان کیں جو بڑے بڑے صاحبانِ عقل و ہوش کے لیے باعثِ صد رشک ہیں، حقیقت یہ ہے کہ رَبُّ العالمین اپنے جس بندے کو اپنی معرفت کی دولت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کی حیاتِ پاک کی ایک ایک گھڑی اور ہر ہر ساعت میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات عام انسانوں کے فہم اور ادراک سے باہر ہوتے ہیں، لیکن جن کو خداوندِ قدوس نے بصارت وبصیرت دونوں ہی کی روشنی عطا فرمائی ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ خاصانِ خدا کے سینے علوم ومعرفت کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور ان کے لیے بچپن، جوانی، بڑھاپا کوئی دور کوئی زمانہ رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

فن نحو پر پہلی کاوش:

امام اہلسنت کی عمر آٹھ سال ہوئی تو علم کا سمندر جو سینے میں موجزن تھا اس کی موجیں اپنا جوبن دکھانے لگیں، علوم کے بحر بیکراں کا قطرہ قطرہ علم کے موتی بن کا صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے لگا عمر کے آٹھویں سال فن علم نحو کے موضوع پر مشہور زمانہ کتاب ''ھدایۃ النحو'' کی شرح عربی زبان میں کر کے فن نحو کے علما کو ورطہ حیرت میں ڈالا۔

فقیہانہ بصیرت کا آغاز:

زندگی کے پہلے عشرہ میں فقہائے امت کو علم اصول فقہ کی لاجواب کتاب ''مسلم

الثبوت'' کے حاشیہ کا تحفہ دیا اور یوں دبستان امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میں ایک نئے فقیہ کی حیثیت سے اپنی پہچان کروائی۔

دستار فضیلت اور پہلا فتوی:

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے القابات میں سے ایک لقب عظیم البرکت بھی ہے اس لقب کے معنی بہت زیادہ برکتوں والا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ پر بچپن سے ہی رب کائنات جل مجدہ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہوا، ذہن وفطانت، عقل وشعور، فہم وفراست، زیرک ودانائی، تقوی و پرہیزگاری کی تعمیری صلاحیتیں خداوند کریم کی طرف سے آپ کو ودیعت کی گئیں تھیں۔

بانکپن کی عمر میں بچوں کو کھیل کود اور شغل میلا سے خاص شغف ہوتا ہے ذہن بھی اتنا پختہ نہیں ہوتا کہ علوم ومعارف کی باریکیاں اپنے اندر سمو لے۔لیکن امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی زندگی نے اپنے بچپن سے ہی علم دین کی وہ منزلیں طے کر لی تھیں جن کو ہر کوئی اتنا آسانی سے طے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ فقط اللہ تعالی کا فضل وکرم اور رسول محتشم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نظر کرم تھی کہ تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں مروجہ علوم کی نا صرف تکمیل ہوئی بلکہ ان علوم پر سیر حاصل دسترس بھی ہوئی اور ان علوم پر ایسا یدطولی نصیب ہوا کہ جس دن تحصیل علم سے فراغت ہوئی اسی دن علم کے ثمرات، اساتذہ کی محنت، آباد واجداد کی علمی وراثت، ماں باپ کی دعاؤں کی تعبیر دیکھنے کو ملی جب ایک تیرہ سال کا لڑکا فقہی بصارت کا حامل مسئلہ رضاعت پر جامع مانع فتوی لکھ کر والد ماجد رئیس المتکلمین مولانا محمد نقی علی خان رضی اللہ عنہ سے تحریر کردہ فتوی پر مہر تصدیق ثبت کروا کر مسند افتاء کی اہم ذمہ داری پر فائز ہوا اور تاریخ نے دیکھا کہ اس نوخیز نے دنیا

میں ثانی امام اعظم بن کر فقہ وفتوی کی ایسی خدمت کی کہ آج تک امام اہلسنت کے علوم کا سورج اپنی آب وتاب سے علم کی راہوں کو روشن کر رہا ہے۔

چنانچہ عرصہء دراز کے بعد ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ ''اگر بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں''۔؟

آپ نے جواب دیا ''منہ یا ناک سے عورت کا دودھ بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمتِ رضاعت لائے گا''۔ اور یہ فرمایا یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸٦ھ ۱۸٦۹ء میں اس فقیر نے لکھا اور اسی چودہ شعبان میں منصبِ افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ (ہفتہ) وقتِ ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت بکرمی تو منصبِ افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ر برس ۱۰ر مہینے ۴ر دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین جاری ہے والحمد للہ۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان ص ۴۸)

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب (محررہ ۷ر شعبان ۱۳۳٦ھ بمطابق ۱۹۱۸ء) میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

بحمد للہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ر شعبان ۱۲۸٦ھ کو ۱۳ر برس ۱۰ر مہینے ۴ر دن کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳٦ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے ۵۰ر سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے؟ (حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۵۰)

اساتذہ کرام:

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے:

حضرتِ والدِ ماجد مولانا شاہ نقی علی خان (اور ان کے علاوہ صرف درجہ ذیل پانچ نفوسِ قدسیہ ہیں جن سے آپ کو نسبتِ تلمذ ہے)

اعلیٰ حضرت کے وہ استاذ جن سے ابتدائی کتابیں پڑھیں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب (جن سے آپ نے میزانِ منشعب تک کی تعلیم حاصل کی)، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری (ان سے اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی کے چند اسباق پڑھے)، آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ سے تصوف و طریقت اور افکار کی تعلیم حاصل کی)، حضرت سالارِ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری (ان سے علمِ جفر، تکسیر اور علمِ تصوف حاصل کئے)۔ ان کے علاوہ شیخ احمد بن زین دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ عبدالرحمن سراجِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ حسین بن صالح مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

شادی:

تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی شادی کا نمبر آیا۔ آپ کا نکاح ۱۲۹۱ھ میں جنابِ شیخ فضل حسین صاحب (رامپور) کی صاحبزادی ''ارشاد بیگم'' سے ہوا، یہ شادی مسلمانوں کے لیے ایک شرعی نمونہ تھی، مکان تو مکان آپ نے لڑکی والے کے یہاں بھی خبر بھجوادی تھی کہ کوئی بات شریعتِ مطہرہ کے خلاف نہ ہو، چنانچہ ان حضرات نے غلط رسم و رواج سے اتنا لحاظ کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاسِ شرع کے قائل ہوگئے اور بڑی تعریف کی۔ (مجدد اسلام ص ۴۵)

اہلیہء محترمہ ارشاد بیگم:

علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمہ ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں:

یہ ہماری محترمہ اماں جان رشتہ میں اعلیٰ حضرت کی پھوپھی زادی تھیں۔صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابند تھیں۔نہایت خوش اخلاق، بڑی سیر چشم، انتہائی مہمان نواز، نہایت متین وسنجیدہ بی بی تھیں۔اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد ورفت تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی آپ نے فوراً مہمانوں کے لیے کھانا اُتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لیے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوادی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لئے بھی کھانا تیار ہو گیا۔کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔اعلیٰ حضرت کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔خصوصاً اعلیٰ حضرت کے سر میں تیل ملنا یہ اُن کا روزمرہ کا کام تھا، جس میں کم وبیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ اُن کے لکھنے میں اصلاً فرق نہ پڑے، یہ عمل اُن کا روزانہ مسلسل تا حیاتِ اعلیٰ حضرت برابر جاری رہا۔سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر واستقلال سے برداشت کر گئیں۔اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں، مگر اب بجز یادِ الٰہی کے انھیں اور کوئی کام نہ رہا تھا۔اعلیٰ حضرت کے گھر کے لیے اُن کا انتخاب بڑا کامیاب تھا، رب العزت نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لیے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں اُن آسانیوں میں ایک بڑی چیز اماں جان کی ذات گرامی تھی۔قرآنِ پاک میں رب العزت نے اپنے

بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں ۔تا کہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے: **رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** ترجمہ کنزالایمان:۔ اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔(سورۃ بقرہ آیت ۲۰۱)

تو دُنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاکدامن، ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بی بی مراد لی ہے۔ ہماری اماں جان عمر بھر اس دُعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں، اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا(سیرتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ ص ۵۳)

اولاد امجاد:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ عزوجل نے سات اولادیں عطا فرمائیں، دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں۔

صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مفتیٔ اعظمِ ہند مولانا محمد مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔

مصطفائی بیگم، کنیزِ حسن، کنیزِ حسین، کنیزِ حسنین، مرتضائی بیگم

عملی زندگی کا آغاز:

تیرہ سال کی عمر میں علم کی دستار فضیلت سر پر سجائے مستند تدریس، منصب افتاء کی ذمہ داریوں پر فائز ہو کر عملی زندگی کا آغاز ہوا اور تا دم واپسی دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام اپنی شان و شوکت کے ساتھ جاری رہا۔

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی ظاہری و باطنی تربیت میں آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خان رضی اللہ عنہ رئیس المتکلمین کا بہت بڑا کردار تھا اسلیئے امام اہلسنت کا دل دنیاوی لذات اورخواہشات سے پاک تھا، دل کی پاکیزگی کا سامان تقوی وطہارت، اخلاص وللّٰہیت، خوف وخشیت خداوند کریم کی طرف سے پیدائشی طور پر ملا ہوا تھا۔ دل کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ ۵/جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۷/جون ۱۸۷۷ء کو بائیس سال کی عمر میں والد ماجد کی ہمراہی میں مرشد دوراں حضرت سید آل رسول قادری برکاتی رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر پہنچے تو نگاہ مرشد میں یک دم سما گئے اور بیعت کے شرف کے ساتھ خلافت واجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے اوراد و وظائف سے بھی نواز دیئے گئے جبکہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے سالکین کو بڑی ریاضتیں اور مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں تب جا کر خلافت واجازت کا گوہر نایاب حاصل ہوتا ہے۔

نگاہ مرشد میں مقام اعلی حضرت:

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کو خلافت واجازت سے نوازنے کے بعد مرشد حق سید آل رسول رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ اعلی حضرت کی شخصیت اور مرید باصفا کے کمالات کو جاننے کے لئے کافی ہیں۔ حضرت سید آل رسول قادری برکاتی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ” مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز محشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو

میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا ؟ مگر اللہ کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی ، اس وقت میں احمد رضا کو پیش کردوں گا'' (امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص:۳۵)

محافظتِ نماز:

مولانا حسنین رضا خان لکھتے ہیں کہ اُن کے ہم عمروں سے اور بعض بڑوں کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بدو(ابتدائے) شعور ہی سے نماز باجماعت کے سخت پابند رہے، گویا قبلِ بلوغ ہی وہ اصحابِ ترتیب کے ذیل میں داخل ہو چکے تھے اور وقتِ وفات تک صاحبِ ترتیب ہی رہے۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان ۴۸)

محافظتِ روزہ:

جب بچپن میں آپ نے پہلا روزہ رکھا تو روزہ کشائی کی تقریب بڑی دھوم دھام سے ہوئی، اس کا نقشہ مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کھینچتے ہیں: سارے خاندان اور حلقہء احباب کو مدعو کیا گیا، کھانے دانے پکے، رمضان المبارک گرمی میں تھا اور اعلیٰ حضرت خوردسال تھے مگر آپ نے بڑی خوشی سے پہلا روزہ رکھا تھا۔ٹھیک دوپہر میں چہرہ ءمبارک پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، آپ کے والدِ ماجد نے دیکھا تو انہیں کمرے میں لے گئے اور اندر سے کواڑ بند کرکے اعلیٰ حضرت کو فیرنی کا ایک ٹھنڈا پیالہ اٹھا کر دیا اور فرمایا کہ کھالو! آپ نے فرمایا میرا تو روزہ ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ بچوں کے روزے یوں ہی ہوا کرتے ہیں کمرہ بند ہے نہ کوئی آسکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔تو اعلیٰ حضرت نے عرض کی کہ ''جس کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے'' اس پر باپ آبدیدہ ہوگئے۔اور خدا کا شکرادا کیا کہ خدا کے عہد کو یہ بچہ کبھی فراموش نہ کرے گا

۔جس کو بھوک پیاس کی شدت، کمزوری اور کم سنی میں بھی ہر فرض کی فرضیت سے پہلے وفائے عہد کی فرضیت کا اتنا لحاظ و پاس ہے۔(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان ۸۷)

محافظتِ نگاہ:

آپ کی بچپن ہی سے یہ عادت رہی کہ اجنبی عورتیں اگر نظر آجاتیں تو کرتے کے دامن سے اپنا منہ چھپا لیتے۔آپ کی عمر شریف جب کہ محض چار سال کی تھی ایک دن صرف بڑا سا کرتہ زیبِ تن کئے ہوئے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو آپ کے سامنے سے چند بازاری طوائفیں گزریں،جنہیں دیکھتے ہی آپ نے کرتہ کا دامن چہرہ پر ڈال لیا،یہ حالت دیکھ کر ان میں سے ایک عورت بولی''واہ میاں صاحبزادے! آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا'' آپ نے اِسی عالم میں بغیر اُن کی طرف نگاہ ڈالے ہوئے برجستہ جواب دیا''جب آنکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے''۔آپ کے اس عارفانہ جواب سے وہ سکتہ میں آگئیں۔آپ کے اِس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیشِ نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ننھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور رکھتے تھے تو پھر دامن کی بجائے اپنے ہاتھوں ہی سے کیوں نہ آنکھیں چھپالیں کہ اس صورت میں اپنا ستر بے پردہ نہ ہوتا اور مقصد بھی حاصل رہتا،لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا اور نہ اُس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گزرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افروز ہے۔پھر آپ نے بالقصد وہ طریقہ اختیار نہ فرمایا بلکہ من جانبِ اللہ غیر

ارادی طور پر آپ نے دامن سے آنکھیں چھپائیں کہ بچپنے کی ادایوں ہی ہوا کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ اس ننھی ادا میں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ** (سوانح امام احمد رضا از علامہ بدر الدین قادری ص: ۱۱۷)

بچپن کی ایک حکایت:

حضرتِ جناب سَیِّد ایوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھر پر ایک مولوی صاحب قراٰنِ مجید پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذِکر ہے کہ مولوی صاحِب کسی آیتِ کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے۔ مگر آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ "زَبَر" بتاتے تھے آپ "زِیر" پڑھتے تھے یہ کیفیت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھی حضور کو اپنے پاس بلایا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب نے غلطی سے زِیر کی جگہ زَبَر لکھ دیا تھا، یعنی جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ صحیح تھا۔ آپ کے دادا نے پوچھا کہ بیٹے جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے تم اُسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کی میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ اِس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بار ہا پیش آئے تو ایک مرتبہ تنہائی میں مولوی صاحب نے پوچھا، صاحبزادے! سچ سچ بتادو میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، ہاں اللہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۶۸)

حق گوئی:

ایک مرتبہ رِیاست نانپارہ (ضِلع بہرائچ یوپی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصائد لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی گزارِش کی کہ حضرت آپ بھی نواب صاحِب کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مَطلَع (غزل یا قصیدہ کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصروں میں قافیے ہوں وہ مَطلَع کہلاتا ہے) یہ ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص، جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مَقْطَع میں "نانپارہ" کی بندِش کتنے لطیف اشارہ میں ادا کرتے ہیں:

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مِری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین "پارہ ناں" نہیں

فرماتے ہیں کہ میں اہلِ ثروت کی مدح سرائی کیوں کروں۔ میں تو اپنے کریم اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے در کا فقیر ہوں۔ مرا دین "پارہ نان" نہیں۔ "نان" کا معنیٰ روٹی اور "پارہ" یعنی ٹکڑا۔ مطلب یہ کہ میرا دین روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے جس کے لیے مالداروں کی خوشامدیں کرتا پھروں **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَزَّوَجَلَ** میں دنیا کے تاجداروں کے ہاتھ بکنے والا نہیں ہوں۔ (تذکرہ امام احمد رضا ص ۹)

زیارت حرمین شریفین اور دیدار سرور کائنات ﷺ

ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق دسمبر ۱۸۷۷ء میں پہلی بار آپ نے ہمراہ والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے حج ادا فرمایا اور مدینہ طیبہ پہنچ کر سرکار مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی پھر دوسرا حج ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق فروری ۱۹۰۶ء میں ادا کیا آپ نے ڈھائی ماہ مکہ شریف میں قیام فرمایا پھر ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ مطابق اپریل ۱۹۰۶ء میں سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ایک ماہ تک مدینہ طیبہ میں رہ کر بارگاہ رسالت کی زیارت کرتے رہے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے بڑے بڑے علماء آپ کے علمی کمالات اور دینی خدمات کو دیکھ کر آپ کے نورانی ہاتھوں پر مرید ہوئے اور آپ کو استاذ و پیشوا مانا۔

اسی درمیان ایک شب شوق دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ اعلیٰ حضرت کو امید تھی کہ ضرور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت افزائی فرما ئیں گے اور زیارت جمال سے سرفراز فرمائیں گے لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہوسکی اسی یاس وحسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور پھر مقطع میں اپنے متعلق بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض گزار ہوتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا

تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

مقطع عرض کرنا تھا قسمت جاگ اٹھی، ارمانوں کی بہار آگئی خوشیوں کے کھیت لہلہانے لگے، ہوائیں معطر ہوگئیں ایک مومن مسلمان کی مرادیوں پوری ہوگئی اور امام احمد رضا کے عشق کی معراج ہوگئی تمام رسولوں کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم بیداری میں اعلیٰ حضرت کو اپنا دیدار نصیب فرمایا۔ اعلی حضرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کو دیکھتے ہی

پکار اٹھتے ہیں۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

قادم مدینہ سے محبت:

جب کوئی صاحب بیت اللہ شریف کا طواف کر کے اعلی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ کا پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی اگر جواب اثبات میں ملتا فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر جواب نفی میں ملتا پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے ایک بار ایک حاجی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے حسب عادت کریمہ اعلی حضرت نے پوچھا کیا بارگاہ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری ہوئی وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگے ہاں حضرت (اعلی حضرت) مگر صرف دو روز قیام رہا اعلی حضرت نے ان صاحب کی قدم بوسی کی اور ارشاد فرمایا وہاں کی تو سانسیں بہت ہیں آپ نے تو دو دن قیام فرمایا ہے۔ یہ ہے اعلی حضرت کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے کوئی آئے تو انکے قدم چوم لیتے محض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روضہ مبارک میں حاضری دینے کی نسبت سے۔

اتباع شریعت

امام اہلسنت اتباع شریعت کا اس قدر التزام فرماتے کہ فرائض اور واجبات تو کجا سنن اور مستحبات پر بھی ہر ممکن عمل فرماتے چنانچہ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کی نماز پڑھانے کیلئے آنے میں اعلیٰ حضرت کو کچھ دیر ہوگئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانہ اقدس کی اٹھ رہی تھیں، اسی اثناء میں اعلیحضرت جلد جلد تشریف

لائے، اس وقت قناعت علی صاحب نے مجھ پر اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مسجد میں پہلے دایاں قدم رکھتے ہیں یا بایاں، مگر قربان اس ذات کے کہ دروازۂ مسجد کے زینے پر جس وقت قدم مبارک پہنچا ہے تو سیدھا، توسیعی فرشِ مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو دایاں اور اسی پر بس نہیں ہر صف پر تقدیم داہنے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلے پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے اور اسی پر کہاں منحصر ہے بینی پاک کرنے اور استنجاء فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتداء سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ اگر کسی کو کوئی شے دینا ہوتی اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا، فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے سیدھے ہاتھ میں لیجئے، الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اعدادِ بسم اللہ شریف ٧٨٦ عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں تو ابتدا "٧" سے کرتے ہیں پھر "٨" لکھتے ہیں اس کے بعد "٦" مگر اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ سیدھی طرف سے ابتداء کرتے ہوئے پہلے "٦" تحریر فرماتے پھر "٨" اور اس کے بعد "٧" تحریر فرماتے۔

قوت حافظہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے مثال قوت حافظہ عطا فرمائی تھی چنانچہ حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ (جنکی مسجد میں راقم الحروف کار امامت کی سعادت سے بہرہ مند ہے) فرماتے ہیں کہ !!!

"اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں **عقود الدرية**

فی تنقیح الفتاوی الحامیه کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا! میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق ہے کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک عقود الدریہ منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا! میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کردیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا، اور کتاب لاکر حاضر کردی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا۔ اسلئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا! اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے عقود الدریہ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عقود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ، مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمارہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کی، وہ اعلیحضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کیلئے اپنے مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا، فرمایا! تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ میرا یہ کہنا کہ

"جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا" ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ فرمایا! قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا! بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کیلئے محفوظ ہوگیا"۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت)

اعلی حضرت کا حفظ قرآن پاک:

نیز ایک روز ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف لوگ میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں حالانکہ میں حافظ نہیں ہوں، ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا ایک رکوع ایک بار پڑھ کر سنا دیں وہ مجھے یاد ہوجائیگا، وہ دوبارہ مجھ سے سن لیں، یہ کہہ کر اسی دن سے دور شروع فرما دیا اور تیس دن میں تیس پارے سنا دیئے۔ یوں ایک ماہ میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا۔

علم ریاضی میں مہارت:

علم ریاضی میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مہارت کا ایک واقعہ تو پڑھ چکے اسی کتاب سے ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبۂ سکندری رامپور میں شائع کرایا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جب ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور

ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لئے تحریر فرمایا۔ وہ جواب اور پھر سوال چھپا تو ڈاکٹر صاحب کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا، اتفاق سے وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی، متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ خط کے ذریعہ اعلیٰ حضرت سے اجازت طلب کر کے ڈاکٹر صاحب بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا، ڈاکٹر صاحب نے نہایت حیرت اور استعجاب سے اسے دیکھا اور بالآخر فرمایا کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے غیر ممالک کے اکثر سفر کئے، مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں میں تو اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا، میرا کوئی استاذ نہیں ہے، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا، کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو، مصطفی پیارے کی سرکار سے یہ تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں سرکار رسالت کا کرم ہے۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے غلبہ علم کا یہ عالم تھا کہ جب صدر الشریعہ

بدر الطریقہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہارِ شریعت نے قرآن مجید کے صحیح اردو ترجمہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے عرض کی تو اعلیٰ حضرت نے کثیر مشاغل دینیہ کی وجہ سے فرصت نہ پاتے ہوئے فرمایا کہ اتنا وقت تو نہیں لیکن شام میں کاغذ قلم اور دوات لیکر آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ حاضر ہو جاتے اور جتنا ممکن ہوتا اعلیٰ حضرت بغیر کسی تفسیر ولغت کے فی البدیہہ ترجمہ ارشاد فرماتے جاتے، جیسے کوئی حافظ قرآن فرفر قرآنی آیات پڑھتا جاتا ہے بعد میں صدر الشریعہ اس ترجمہ کو دیگر تفاسیر سے ملاتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ فی البدیہہ ترجمہ معتبر تفاسیر کے عین مطابق ہے۔

تصانیف:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے تقریباً ۵۰ ؍علوم وفنون پر ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ ان علوم میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن کے آپ موجد تھے اور بعض ایسے کہ آپ کے وصال کے بعد اب ان علوم کی ادنی معلومات رکھنے والا بھی کوئی نظر نہیں آتا۔ نیز مختلف فنون کی ڈیڑھ سو کے قریب مشہور کتابوں پر آپ نے حواشی تحریر فرمائے جو کسی طرح بھی مستقل تصانیف سے کم نہیں۔ آپ کا ترجمہ قرآن کنز الایمان، آپ کی قرآن فہمی کا بین ثبوت ہے، جبکہ میدان فقاہت اور تحقیق میں آپ کا عظیم علمی شاہکار آپ کا مجموعہ فتاویٰ، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جو پرانی طباعت میں جہازی سائز کی ۱۲ جلدوں پر مشتمل اور کئی ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے جبکہ جدید طباعت میں ۳۰ ؍جلدیں ہیں جن کے کل صَفحات ۲۱۶۵۶، کل سُوالات وجوابات: ۶۸۴۷ ؍اور کل رسائل: ۲۰۶ ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے

جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا سید اسماعیل بن سید خلیل علیہاالرحمہ کو کہنا پڑا کہ!"اگرامام اعظم ابوحنیفہ اس ہستی کودیکھتے تواپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے"

اورآپ کا تیسرا شاہکار آپ کا مجموعہ نعت "حدائق بخشش" ہے جوفن شاعری میں اپنی مثال آپ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کو جتنے بھی علوم حاصل تھےان میں سے بہت کم حصہ کسبی تھا اکثرعلوم وفنون وہبی اورعطائی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کیسا ہی سوال آتا، چاہے اس کا تعلق لوگارتھم، فلکیات،ارضیات،معدنیات، طب،معاشیات،بنکاری، جغرافیہ،عمرانیات کسی شعبہ سے ہوتا یہ نہ کہا جاتا کہ اس شعبہ سے ہمارا تعلق نہیں، بلکہ اس کا ایسا تسلی بخش جواب دیا جاتا کہ اس فن کے ماہر دیکھ کر حیران رہ جاتے۔اوراس طرح نہ صرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی بلکہ اس دور میں اٹھنے والے فتنوں کا سد باب کیا جبکہ اسوقت مسلمانان پاک وہند کے مذہبی،سیاسی،معاشی اورتمدنی نظریات وروایات پر تابرتوڑ حملے کئے جارہے تھےایک طرف برسہابرس سے قائم مسلمانوں کےعقائداورمعمولات کوکفراور شرک ٹھہرایا جانے لگا،حضورعلیہ الصلوۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کے نئے معنی وضع کئے جارہے تھے،کہیں قرآن پرکہیں حدیث پرکہیں ائمہ دین پرتوکہیں اولیاء کاملین پراعتراضات کئے جارہے تھےتو دوسری طرف مسلمانوں کو ہندوؤں کے قریب لاکر ہندوؤں کی خوشنودی کیلئے گائے کی قربانی ترک کر کے شعار اسلامی کو مٹانے کی کوشش کی جارہی تھی،تحریک خلافت اورتحریک ترک موالات کے پردہ میں

مسلمانوں کو بے دست و پا کیا جا رہا تھا، تحریک ہجرت چلا کر مسلمانوں کو ان کی زمینوں اور جائیدادوں سے محروم کیا جا رہا تھا، انگریزی اور ہندوانہ تہذیب کو مسلط کیا جا رہا تھا اور جب گاندھی نے متحدہ قومیت کا نعرہ لگایا تو بڑے بڑے نامور لوگ اس سازش کو نہ سمجھ سکے اور گاندھی کی آندھی میں بہہ گئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ ہی تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ کا علم بلند کیا، اور اپنی مجددانہ شان کے ساتھ ان اعداء دین وملت کو اسطرح للکارا کہ!

کلک رضا ہے خنجر خون خوار برق بار

اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

غرض یہ کہ ہر محاذ پر آپ نے باطل اور فتنہ پرور لوگوں اور جماعتوں کا تن تنہا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور چوکھی لڑائی لڑی۔ اپنی زندگی کا ہر لمحہ دین کی تبلیغ، سنت رسول کی احیاء، عقائد اہلسنت کی حقانیت، اسلامی افکار ونظریات کی ترویج، اصلاح احوال، اسلامی نظام معیشت کی آبیاری فرمائی۔ لوگوں کی تربیت کے لئے درس وتدریس، بیانات، خطبات کا سلسلہ جاری کیا۔ اس کے علاوہ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے علمی کاموں میں ایک بہت بڑا کام خدمت قرآن کا تھا۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ جسکی مثال نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ چوٹی کے علماء عرب وعجم نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بے مثال علمی اور تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ رسالہ زندگی پر تقسیم کریں تو ہر ۵ رگھنٹے میں اعلیحضرت اس امت کو ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، بلاشبہ یہ وہ خدمات ہیں جو کوئی ادارہ اور انسٹیٹیوٹ ہی

کرسکتا ہے جسے بریلی کی سرزمین کے اس بوریہ نشیں نے تن تنہا کردکھایا۔

وفاتِ حسرت آیات:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے ۴/ماہ ۲۲/دن پہلے خود اپنے وِصال کی خبر دے کر پارہ ۲۹/سورۃ الدھر کی آیت ۱۵/ سے سالِ انتقال کا استخراج فرمادیا تھا۔اِس آیتِ شریفہ کے علم ابجد کے حساب سے ۱۳۴۰/عدد بنتے ہیں اور یہی ہجری سال کے اعتبار سے سنِ وفات ہے۔وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے :وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قوارِيْرَا (پ ۲۹، الدھر : ۱۵)

ترجمہ: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کُوزوں کا دَور ہوگا(کنز الایمان)۔

اور پھر اپنا مشن پورا کرکے ۲۵ صفر المظفر (۱۳٤۰ھ/۱۹۲۱ئ) بروز جمعہ المبارک کو ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر،عین اذان جمعہ کے وقت حی علی الفلاح کا نغمہ جانفزا سن کر داعی اجل کولبیک کہا۔اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ(سوانحِ امام احمد رضا ص ۳۸۴ ،تذکرہ امام احمد رضا،ص۱۹)

امام اہلسنت اعلیحضر ت رضی اللہ عنہ کی مکمل زندگی کا تعارف،علمی کاوشیں، کتابیں،آپ کے تحریری فتاوی جات، رسائل،عشق ومحبت رسول میں ڈوبا ہوا'' حدائق بخشش'' وغیرہ کے بارے میں محققین ، اسلامی اسکالرز،علمائے کرام نے بے شمار کتابیں لکھیں۔لاتعداد ریسرچ اسکالرز اعلی حضرت کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر پی ایچ ڈی بھی کرچکے ہیں اور کئی نئے نئے گوشوں اور زاویوں پر اپنے تحقیقی مقالے(Research Theses)لکھ رہے ہیں۔

❁❁❁

اعلی حضرت عبقری علمائے کرام کی نظر میں:

ماقبل کے مختصر توجیہ سے واضح ہو گیا کہ امام اہلسنت حضور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ المفتی امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات نہ صرف یہ کہ منفرد مقام ومرتبہ کی حامل ہے بلکہ آپ کثیر الجہات ،جامع العلوم ،اور جامع الصفات شخصیت ہیں آپ اپنے عہد کے عظیم مفسر،محدث،متکلم،مورخ،سائنٹسٹ اور عظیم فقیہ اسلام تھے اللہ رب العزت کی فیاضی سے جو فضل وکمال آپ کو حاصل تھا وہ بہت کم علماء کرام کو حاصل ہوا ہے۔اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ کے معاصرین میں آپ کا کوئی مماثل ونظیر نہ تھا۔ وقت کے بڑے بڑے علما، فضلا، مفتیان کرام، محدثین، مشاہیر، مصنفین مؤرخین اصحابِ طریقت ومعرفت، دانشور وکلا حتی کہ مخالفین آپ سے احکام شریعت دریافت کرتے۔

آپ نے پوری زندگی حمایت دین،نکایت مفسدین،احقاق حق وازہاق باطل،اعانت سنت اور اماتت بدعت کے منصب فرائض کو کچھ ایسی خوبی اور کمال کے ساتھ سرانجام دیا جو آپ کے جلیل القدر عاشق مصطفی ﷺ ہونے پر شاہد وعدل ہیں یہی وجہ ہے کہ اعلحضرت کے علمی اور فقہی مقام ومرتبہ آپ کی ذات کو عرب وعجم مشارق ومغارب کے علماء کرام نے سراہا ہے۔

شیخ اسمعیل بن سید خلیل حافظ کتب الحرام علیہ الرحمہ مکی:

و احمد اللہ تعالی علی ان قیض ھذا العالم العامل و الفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظہر کم ترل الاول للاخر فرید الدھر وحید العصر مولینا الشیخ احمد رضاخان سلمہ اللہ الرب المنان۔ کیف

لا و قد شهد له عالم مكة بذلك و لولم يكن بالمحل الارفع لما وقع منهم ذالك بل اقول لو قيل فى حقه انه مجدد هذاالقران لكان حقاوصدقا۔(حسام الحرمين، ص ۱۴۰/۱۴۲)

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے عالم باعمل عالم فاضل صاحب مناقب ومفاخر جسکو دیکھ دیکھ کر یہ کہا جائے کہ ”اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے“ یکتائے روزگار وحید عصر مولینا شاہ احمد رضا خان کومقرر فرمایا کیوں ایسا نہ ہو کہ علماء مکہ معظّمہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہی دے رہے ہیں اگر وہ اس مقام رفیع پر متمکن نہ ہوتا تو علمائے مکہ معظّمہ اس کے لئے یہ گواہی نہ دیتے ہاں ہاں میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو حق وصحیح ہے۔

انہوں نے ہی فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ ان فتاوٰی کو دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اوران فتاوٰی کے مولف یعنی احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔(خیابان رضاص۲۱۶)

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمہ مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ:

لمامن الله على باستجلاء نور شمس العرفان من سماء صفاء ملتزم الاتقان من صار محمود فعله كشاف ايات فضله و كيف لاوهو مركز دائرة المعارف اليوم ومطلع كواكب سماء العلوم فى دار القوم عضد الموحدين وعصام المهتدين القاطع بصارم البراهين لسان المضلين الملحدين و الرافع منار الايمان حضرة المولى احمدرضاخان (حسام الحرمين ص۱۵۸)

جب اللہ تعالی نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفا کے آفتاب عرفان کی

روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا وہ جس کے افعال حمیدہ اس کے فضل وکمال کو عالم آشکار کرتے ہیں ایسا کیوں نہ ہو آج وہ دائرہ معارف کا مرکز ہے(اس کا وجود مسعود) ملت اسلامیہ کے گھر میں آسمان علم وعرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے وہ مسلمانوں کا یار و مددگار ہے ہدیت یابوں کا نگہبان ونگران گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے ایمان کے مینارے کو بلند سے بلندتر کرتا ہے(کون؟) ہمارے آقا احمد رضا خان۔

شیخ عبدالرحمان دھان مکی علیہ الرحمہ:

الذی شهد له علماء البلدالحرام بانه السید الفرد الامام سیدی وملاذی الشیخ احمدرضا خان البریلوی متعنا الله بحیاته والمسلمین ومنحنی هدیه فان هدیه هدی سیدالمرسلین (حسام الحرمین،ص ۱۷۶)

وہ جس کے متعلق مکہ معظّمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے امام وقت میرے سردار میری جائے پناہ حضرت احمد رضا خان بریلوی اللہ تعالی ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ ورفرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روش ہے۔

شیخ محمد سعید بن محمد یمانی علیہ الرحمہ مدرس مسجد حرام، مکہ معظّمہ:

فان من جلائل النعم التی لانثبت فی ساحة شکرها ان قیض الشیخ الامام والبحر الهمام برکة الانام وبقیة السلف الکرام واحد الائمة الزهاد والکاملین العباد احمدرضاخان۔(حسام الحرمین،ص ۱۹۲)

بیشک یہ اللہ کی ان عظیم نعمتوں میں سے ہے جس کا شکر ادا کرنے سے ہم

عاجز و قاصر ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت، امام دریائے بلند ہمت، تمام عالم کے لئے برکت و رحمت، یادگار سلف، زاہدوں اور کاملوں میں یکتا و یگانہ یعنی احمد رضا خان (کو بھیجا)

شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مکی علیہ الرحمہ:

اس زمانے میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اوران کی ساری باتیں سچی ہیں گویا یہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ (علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۲۸)

شیخ العلماء مفتی شافعیہ محمد سعید بن محمد بابصیل:

فاضل، کامل شیخ احمد رضا خان شریعت کے اصول وفروع میں نہایت محقق و مدقق ہیں اور جس سمت کا رخ کریں اُدھر کے سردار ہیں۔ (ملخص الدولۃ المکیہ ص ۱۴)

خطیب مسجد حرام شیخ احمد ابوالخیر عبداللہ میرداد:

''امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب ہیں جو دوپہر کو چمکتا ہے۔ علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والے ہیں۔ جو شخص اس کے علم وفضل سے واقف ہو اس کو کہنا چاہئے کہ اگلوں پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔''

شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی:

انی مقیم بالمدینة الامنیة منذ سنین ویاتیها من الهند الوف من العلمین فیهم علماء وصلحاء واتقیاء رایتهم یدورون فی سکک البلد لایلتفت الیهم من اهله احد واری العلماء والکبار العظماء الیك مهرعین باجلالك مسرعین ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم(حامد

رضاخان:الاجازات المتینۃ ص ۷)

میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء صلحاء اور اتقیا سب ہی ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں کوئی بھی ان کو مرکر نہیں دیکھتا لیکن (فاضل بریلوی کی عجیب شان ہے) یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں یہ اللہ تعالی کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

سید احمد بن اسماعیل الحسینی البرزنجی مدنی:

اے علامہ کامل، صاحب تحقیق وتنقیح، عالم اہلسنت شیخ احمد رضا میں نے آپ کی کتاب ،المعتمد المستند ،، کے خلاصہ کا مطالعہ کی تو میں نے اس کو قوت ونقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا۔(حسام الحرمین ۔ص ۱۹۹)

حضرت موسی علی الشامی الازھری مدنی:

مصنف کتاب (الدولۃ المکیہ) اماموں کے امام،اس امت کے دین کے مجدد ہیں،یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں۔کون؟ شیخ احمد رضا خان۔اللہ تعالی دونوں جہاں میں انہیں قبول ورضوان عطا فرمائے۔آمین

علامہ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی شامی:

کتاب (الدولۃ المکیہ) کے مصنف شیخ احمد رضا خان بڑے صاحب فضل ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں اللہ تعالی انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع

فرمائے۔آمین۔(امام احمد رضا اور عالم اسلام ص: ۱۸۴)

شیخ محمد بن علی آفندی الحکیم دمشقی شامی:

کتاب (الدولۃ المکیہ) اپنے مصنف علامہ (احمد رضا) کے معارف عقلیہ ونقلیہ اور شریعت محمدیہ کیلئے ان کی غیرت پر گواہ ہے۔اللہ تعالی اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا فرمائے جو ہدایت وارشاد کے آفتاب بن کر چمکیں۔(مرجع سابق ص ۱۸۰)

ڈاکٹر حسین مجیب مصری:

امام احمد رضا ایک راسخ العقیدہ سنی عالم دین تھے۔انہوں نے دین حنیف پر ہونے والے حملوں کا بھرپور انداز میں دفاع کیا اور علم سے نابلد مخالفین کے مکروفریب کا پردہ فاش کر دیا۔(مقدمہ صفوۃ المدیح،ص ۱۵)

استاذ حازم احمد عبدالرحیم المحفوظ مصری:

شیخ احمد رضا صحیح معنوں میں فقیہ اور امام ہیں آپ نے مسلمانان عالم کو پوری استقامت کیساتھ صحیح و درست دینی شاہراہ پر چلانے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔(مقدمہ المنظومۃ السلامیہ،ص 34)

ڈاکٹر محمد مجید السعید بغدادی:

امام احمد رضا بریلوی ایسے علامہ فہامہ ہیں کہ زمانہ کم ہی ایسے لوگوں کے وجود مسعود سے سرفراز ہوتا ہے۔یہ ایک ایسے جلتے ہوئے چراغ اور ایسی روشنی بکھیرتی شعاع پرنور ہیں کہ جس کا اجالا کم ہونے اور جس کی روشنی بجھنے کا کبھی نام نہیں لیتی۔(مقدمہ شاعر من الھند۔ص ۱۰)

شیخ عبدالرحمٰن العبیدی بغدادی:

امام احمد رضا ایک ماہر عالم دین تھے اوران کی ذات ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے وہ اپنے دور کے مروجہ علوم وفنون میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔(مقدمہ قصیدتان رائعتان۔ص ۱۷)

حضرت مخدوم شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ (پیرومرشد اعلیٰ حضرت):

آپ کے پیرومرشد ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اگر قیامت کے دن اللہ رب العزت نے سوال کیا کہ اے آل رسول تو میرے لئے دنیا سے کیا لایا ہے تو میں عرض کردوں گا خدایا! تیرا عاجز بندہ دنیا سے احمد رضا کو لایا ہے۔

تاج العلماء حضرت محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ:

اعلیٰ حضرت کو میں علامہ ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں۔(سرتاج الفقہاء۔ص ۱۹)

شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ: ''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، لہٰذا میرے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات ضرور مطالعہ میں رکھو۔''

سید الفقہاء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہوری علیہ الرحمہ:

اعلیٰ حضرت اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور شیخ طریقت تھے اگرچہ وہ جملہ علوم

عقلیہ ونقلیہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے مگر فقہ ان کا خاص موضوع تھا۔اور اس فن میں برصغیر پاک و ہند میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔(دائرۃ المصنفین لاہور۔ ص ۵۷)

مجاہد ختم نبوت علامہ عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ:

اعلی حضرت ایک نہات ہی بالغ النظر،متوازن الفکر و معتدل مزاج مفکر اسلام تھے جنھوں نے علم وکمالات نبوت کو توحید ربانی کا عکس قرار دیا۔علم غیب پر ایسے محتاط انداز میں لب کشائی کی کہ مخالفین ایک دفعہ تو دم بخود رہ گئے اور خود ساختہ الزامات کی بیہودگی اور نامعقولیت ان کے سامنے الم نشرح ہوگئی۔۔(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ص ۲۵۹/۲۶۰)

سند المحدثین امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ العزیز:

''حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ عموماً نعت شریف بالخصوص اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نعتیہ کلام سماعت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ فاضل بریلی کا لکھا ہوا نعتیہ کلام'' ہے کلام الٰہی میں شمس الضحیٰ'' سن رہے تھے مقطع سماعت فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ صرف ہند میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایسا سحر بیاں اور واصف ہدی کوئی نہیں ہے۔

فاتح قادیانیت عارف باللہ امام اہل سنت الشاہ سید پیر مہر علی شاہ محدث گولڑوی قدس سرہ العزیز:

''آپ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلی حضرت علیہ الرحمہ حدیث پڑھا رہے تھے فرماتے ہیں مجھ کو ایسا محسوس ہوتا کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آپ کی زیارت شریفہ

کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں حضرت علی گولڑوی قدس سرہ کے ناظم مراسلات ملک سلطان محمود مرحوم نے فرمایا کہ حضرت کے آخری دور میں جو خطوط آتے تھے ان پر مختلف اشعار لکھے ہوتے تھے ایک دن میں مکاتیب سنا رہا تھا کہ ایک مکتوب کھولا اور یہ شعر پڑھا:

پیش نظر وہ نو بہار سجدہ کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

آپ نے پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ حاضری میں سے ایک نے جواب دیا یہ شعر مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا ہے اس پہ آپ نے فرمایا: ''ایسا شعر کہنا ان ہی کی شان عالی کے مناسب ہے''

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ العزیز:

''مجھے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی میں دریافت کیا حضور اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''بریلی میں احمد رضا''

غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

''اعلی حضرت مجدد مائۃ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمیں دو چیزیں عطا فرمائی ہیں، ایک ''ادب'' اور دوسری ''محبت'' اگر ادب اور محبت ہے، تو دین ہے ورنہ دین نہیں ہے، ہم اعلی حضرت کے ممنون اور متشکر ہیں، اور ان کے احسان سے ہم عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔''

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، بانی تنظیم المدارس اہل سنت و جامعہ نظامیہ:

''ایک بار جامعہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر شیخ اقدس علامہ

حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ نے حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کو دعوت خطاب دی تو ان کے نام کے ساتھ ارشاد فرمایا: ''جانشین اعلیٰ حضرت'' حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حافظ جی بادشاہ آدمی ہیں، مجھے ایسے کہہ دیا جانشین اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کا علمی مقام یہ تھا کہ اس وقت کے سارے علماء کا علم جمع کیا جائے، اسے اعلیٰ حضرت کے علم کے سامنے رکھا جائے تو سارے علماء کا علم ایسے معلوم ہوگا جیسے وقت کے شیخ الحدیث کا علم اور مد مقابل فارسی کلاس کے طالب علم کا علم ہو۔ خود استاذ گرامی محدث عظیم علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور فرماتے ہیں کہ ''کسی بھی فقہی مسئلے پر آپ سو کتب کا مطالعہ کرلیں آخر میں فاضل بریلی کی تحقیق پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا جو کچھ ان سو فقہاء نے اپنی اپنی جگہ لکھا وہ سب فاضل بریلی کے قلم سے ایک جگہ لکھا نظر آجاتا ہے''۔ (امام احمد رضا کاملین کی نظر میں)

پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب کراچی علیہ الرحمہ: فاضل بریلوی متبحر عالم ہونے کیساتھ ساتھ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں۔ اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔ (ایضاص ۸۵/۸۶)

معروف سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان لاہور:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے دور کے فقیہ، مفتی، محدث، معلم اور اعلیٰ مصنف تھے۔ جب آپ ان کی تحریروں اور مقالہ جات کا مطالعہ کریں تو احساس ہوگا کہ آپ اپنے وقت سے بہت پہلے تشریف لے آئے تھے اور جن علوم پر تفصیلی مقالے لکھے ہیں وہ بہت عرصے بعد عوام کی سمجھ میں آئے ہیں۔ اللہ پاک ان

کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین (کالم،روزنامہ جنگ، فقید المثال مولانا احمد رضا خان۔۵دسمبر ۲۰۱۶)

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال:

ہندوستان کے دور آخر میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ جیسا ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔میں نے ان کے فتاوی کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔یقیناوہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاوی میں کبھی کسی تبدیلی یارجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔(انوار رضا۔ص ۲۸۴)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ''فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں'' واضح فرمایا ہے کہ عرب کے اکابر علما بالخصوص مکہ شریف و مدینہ منورہ کے اعاظم علما جن سے امام احمد رضا کا رشتہ وعلمی تعلق تھا ان کی تعداد ۳۰۰/سے متجاوز ہے۔ان میں اکثریت ان علما کی ہے جنھوں نے علم حدیث وتفسیر،فقہ وتصوف میں امام موصوف سے سند طلب کی۔

❁❁❁

علم حدیث میں اعلی حضرت کی مہارت اقوال علما کی روشنی میں:

مذکورہ علمائے کبار کی آرا سے یہ اس بات کی مکمل صراحت ہوگئی کہ امام اہل سنت اعلی حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایسی شخصیت ہے جو تمام تر علوم وفنون میں مہارت رکھتی ہے بلکہ غیر بھی علم فقہ وغیرہ میں آپ کی مہارت تامہ کا اعتراف کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے ،مگر جب

بات آتی ہے علم حدیث کی تو اغیار اپنی لاعلمی یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ علم حدیث کو ان کے ماہرین کے ساتھ ہی خاص رکھا جائے، انہیں شعور ہی نہیں کہ اعلی حضرت کا ماہرین علم حدیث میں شمار ہوتا ہے۔

راقم الحروف امام اہلسنت کا علم حدیث میں کئی ایک حیثیات کا تذکرہ کر رہا ہے جن سے امام اہلسنت کی حدیث دانی ومہارت روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی۔

بلاشبہ آپ علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانۂ روزگار اور اپنی مثال آپ ہیں۔

امام المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب سے اعلی حضرت سے ملنے لگا ہوں تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی ہے۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں آپ سے حضور محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے معلوم کیا کہ حدیث میں امام احمد رضا کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا:۔ وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں پھر فرمایا: صاحبزادے! اسکا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی انکے پاسنگ کو نہ پہونچوں (یعنی ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ (امام احمد رضا نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء ص ۲۴۷)

آپ نے کہا: سچ ہے۔

ولی را ولی می شناسد و عالم را عالم می داند۔

خود محدث اعظم کچھوچھوی فرماتے ہیں:۔

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش

نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے، اسکی روایت و درایت کی خامیا ں ہر وقت از بر علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلی حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا، اسکو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

حفظ حدیث اور علم حدیث میں مہارت تامہ کا مشاہدہ کرنا ہے تو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اسکا اندازہ ہر ذی علم کرسکتا ہے۔ ورق ورق پر احادیث و آثار کی تابشیں نجوم و کواکب کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔

۱۳۰۳ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علمائے سہارنپور، لاہور، کانپور، جونپور، رامپور، بدایوں کی موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر حضرت فاضل بریلوی نے علم حدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پر مغز اور مدلل کلام فرمایا۔ جلسہ میں موجود سارے علمائے کرام نے حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔ مولانا خلیل الرحمن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر حضرت فاضل بریلوی کی دست بوسی کی اور فرمایا: کہ اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہی کو اس کا حق بھی تھا۔ محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی اسکی پرزور تائید کی۔

اس واقعہ سے حفظ حدیث اور علم حدیث میں آپ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ

مشاہیر علماء کے جم غفیر میں بھی آپ کا محدثانہ مقام ہر ایک کو مسلم تھا۔

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مصطفی محمد ابوعمارۃ استاذ علم حدیث: جامعہ ازہر شریف، مصر، فرماتے ہیں:

کتاب "**الهاد الكاف فی حکم الضعاف**" ایسی عبارتوں کے متعلق گفتگو پر مشتمل ہے جن کو محدثین کرام حدیث ضعیف کے بارے میں استعمال کرتے ہیں، صاحب کتاب ان عبارات کی عمدہ طریقہ سے تحلیل اوران کی مراد بیان کرتے ہیں، مثلاً آپ کلمہ 'لایصح' کی توضیح وتحلیل دیکھ سکتے ہیں جسے محدثین کرام عموماً استعمال کرتے ہیں، جس سے عادتاً پڑھنے والے کو یہ گمان ہوسکتا ہے کہ جب یہ عبارت محدثین کے کلام میں پایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے حالاں کہ یقینی طور پر محدثین کی یہ مراد نہیں کیوں کہ یہ عبارت صحیح کے علاوہ حسن لذاتہ، حسن لغیرہ اور ضعیف کی دونوں قسموں کو شامل ہے لہذا حدیث کے متعلق صحت کی نفی سے حدیث کے حسن یا خفیف ضعیف کی نفی کو مستلزم نہیں۔

اسی طرح مصنف علیہ الرحمۃ مصطلح حدیث کے قضایا کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور اپنے کلام کی تائید ائمہ علم حدیث کے کلام سے پیش کرتے ہیں، جیسے امام نواوی، عراقی، ابن صلاح اور ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ۔۔۔الخ، اور مصنف علیہ الرحمۃ ناقل محض نہیں بلکہ آپ آرا کے درمیان موازنہ کرتے ہیں، یہ ایسا موازنہ ہے جس کے ذریعہ قاری کو پتہ چلے گا کہ آپ قواعد محدثین کو سمجھنے میں دقت نظر رکھتے ہیں اور قواعد کی حرفیت ہی پر ٹھہرے نہیں رہتے بلکہ قواعد کے مضمون اور اس کے سیاق و سباق کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اپنی اس سمجھ کو

سابقین اہل فن کی سمجھ وفہم سے توثیق بھی کرتے ہیں۔

آپ کے فقہ علم حدیث کا انوکھا پن ہی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: حدیث کے ذریعہ جن قضایا کے متعلق استدلال کیا جاتا ہے، ان کی تین اقسام ہیں:

عقائد: عقائد میں خبر آحاد کافی نہیں۔

احکام: ان میں حدیث صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کافی ہیں۔

فضائل: ان میں ضعیف احادیث بھی مقبول ہیں۔۔۔ آپ ان تمام اقسام اور ان کے علاوہ دیگر مباحث رصینہ اور فوائد قیمہ کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ کلام کرتے ہیں، یہ ایسی گفتگو ہے جو آپ کو صرف اسی کتاب میں ملے گی بلکہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے ''توضیح الأفکار للصغانی، کی صف میں رکھا جائے کیوں کہ اس کتاب میں علمی مناقشات اور دلائل سے پر گفتگو موجود ہے۔

بہر حال عام طور سے کتاب اپنے باب میں منفرد اور مواد کے اعتبار سے بے مثال ہے، علم حدیث کا طالب علم اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور نہ ہی علما اس سے اپنا دامن جھاڑ سکتے ہیں (الھاد الکاف فی حکم الضعاف، محدث بریلوی رحمہ اللہ)

فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر محمد فواد شاکر رحمہ اللہ، استاذ: جامعہ عین شمس، قاہرہ مصر، لکھتے ہیں:

''قاری محترم جو چیز آپ کے ہاتھ میں ہے وہ موہوب ربانی کی بڑی کتاب میں سے ایک کتاب ہے جس سے اللہ تعالی نے شریعت اسلامیہ کے اعلام میں سے ایک علم اور منہج محمدی کا دفاع کرنے والے ایک عظیم فارس کو مختص کیا، وہ ہمارے شیخ امام محدث احمد رضا خاں اپنے زمانہ کے حنفی اعلام میں سے ایک اور سیدی عبد القادر جیلانی رحمہ

اللہ کے سلسلہ سے منسلک ہیں، ہمارے مبارک ومحترم شیخ نے سیدنا ومولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت 'تقبیل ال ابھامین' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، اس کو حدیث ضعیف کے دراسہ اور اس کے متعلق موقف شریعت کو جاننے کا اہم ذریعہ بنایا اسی وجہ سے آپ نے محدثین کے نزدیک حدیثی الفاظ کے مدلولات کا ذکر کیا، اور کبھی کسی محدث کے نزدیک لفظ حدیثی سے کوئی مراد ہوگی جو دوسرے کے نزدیک مقصود نہیں ہوگی، نیز اس بات کی تاکید فرمائی کہ کسی راوی کے متہم یا کسی ضعیف طریق یا کسی محدث کا اسے ضعیف قرار دینے کی وجہ سے حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنا سخت اٹکل پچھو مارنا ہے، ہاں اگر اس طرح کا حکم لگانا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ خوب تفتیش وتدقیق سے کام لیا جائے اور قرائن کا لحاظ کرتے ہوئے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا جائے لہذا اگر یہ چیزیں خبر میں موجود نہ ہوں تو اس پر وضع کا حکم لگانے پر ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ کتنی ایسی احادیث ہیں جو کتب موضوعات میں ذکر کی گئیں اور انہیں موضوع قرار دیا گیا پھر علماے حدیث نے ان پر تعقب کیا اور ان کے دوسرے طرق پائے گیے جس نے ان احادیث کو قوی کر کے ان کے مرتبہ کو بلند کر دیا یہاں تک کہ وہ احادیث قابل احتجاج ہوگئیں اور علامہ طیب اللہ ثراہ وجزاہ اللہ عن الاسلام خیرا نے ثابت کیا کہ اہل علم کا کسی حدیث پر عمل کرنا اس کو تقویت بخشتا ہے، آپ نے بہت ساری دلائل پیش کی ہیں جو اس خبر کے مطابق اہل علم کے عمل کرنے کو ثابت کرتی ہیں جس کی وجہ سے آپ نے حدیث ضعیف کا حکم اور حدیث ضعیف و حدیث موضوع کے درمیان فرق بیان کرنے میں تفصیل کی ہے، علامہ

محدث رحمہ اللہ نے علوم حدیث کے غایت درجہ دقیق مباحث میں لکھا اور اس کی مزید توضیح وتفصیل کی اور بہت سارے مفاہیم سے پردہ اٹھایا جن سے علوم حدیث میں بحث کرنے والوں کی فکر متعلق ہوتی ہے'')

علامہ عیسی رضوی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

''جب ہم اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی تصانیف عالیہ کو دیکھتے ہیں؛ تو فن حدیث، طرق حدیث، علل حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ میں وہ انتہائی منزل کمال پر دکھائی دیتے ہیں اور یہی وہ وصف ہے جس میں کمال وانفرادیت ایک مجدد کے تجدیدی کارناموں کا رکن اہم ہے، فن حدیث میں ان کی جو خدمات ہیں ان سے ان کی علمی بصیرت ووسعت کا اندازہ ہوتا ہے''۔(امام احمد رضا اور علم حدیث، مولانا عیسی رضوی، ج ۱ ص ۶)

احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی بات کو مدلل ومبرہن کرنے کا انداز حضرت فاضل بریلوی کی اکثر تصانیف میں یکساں ملتا ہے۔ کتب احادیث سے کسی مسئلہ کی تائید کیلئے اس کے ابواب وفصول کا ذہن میں محفوظ رہنا اور بوقت ضرورت اس سے مکمل استفادہ کرنا یہ بڑی وسعت مطالعہ کا کام ہے۔ حضرت فاضل بریلوی عام طور پر آیات واحادیث اور نصوص فقہیہ ہی کی روشنی میں عقائد واحکام کی تفصیلات تحریر فرماتے ہیں۔ چند کتابیں اس وقت پیش نظر ہیں جن کے سرسری تعارف سے آپ پر واضح ہوجائے گا کہ حفظ کتب کے میدان میں بھی حضرت فاضل بریلوی کی نظر کہاں تک تھی۔

ایک سوال کے جواب میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کیلئے ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' (۱۳۳۷ھ) کے نام سے ایک وقیع کتاب امام اہلسنت نے لکھی جس

میں آپ کے تبحر علمی کا جوہر اتنا نمایاں ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا: "**وهی رسالة جامعة تدل علی غزارة علمه وقوة استدلاله**"۔ یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے۔

مزید لکھتے ہیں:۔

متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ کے علاوہ آپ نے اس کی تحریم کے ثبوت میں چالیس احادیث بھی پیش کی ہیں خود لکھتے ہیں:۔

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آتی ہے۔ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ہم بتوفیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدۂ (تحیت) حرام ہونے کی چہل حدیثیں لکھتے ہیں۔

بعض علوم حدیث میں آپ کی مہارت حد ایجاد تک پہونچی ہوئی تھی، آپ کا ایک رسالہ فن تخریج حدیث میں "**الروض البهيج فی آداب التخريج**" ہے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا رحمن علی مدھیہ پردیش لکھتے ہیں: "اگر پیش ازیں کتابے دریں فن نیافتہ شود پس مصنف راموجد تصنیف ھذا می تواں گفت"۔

اگر فن تخریج حدیث میں اور کوئی کتاب نہ ہوتو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے۔

امام اہلسنت سے ایک مرتبہ سوال ہوا کہ آپ نے حدیث شریف کی کون کون سی کتابیں درس کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:۔

مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الخراج، کتاب الحج، شرح معانی الآثار، مؤطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری،

مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، منتہی الجارود، علل متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، منتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ، الترغیب والترہیب، خصائص کبری، الفرج بعد الشدۃ، کتاب الاسماء و الصفات، وغیرہا۔

پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہیں۔

اعلی حضرت نے چند کتب شمار فرما کر سو سے زائد کی بات اجمالاً ذکر کی، ایک تحقیق کے مطابق اعلی حضرت کے ساڑھے تین سو کتب ورسائل میں تقریباً چار سو کتابوں کے حوالے احادیث مبارکہ کے تعلق سے موجود ہیں۔

حدیث کی یہ کتابیں معمولی تحقیق کے مطابق ہیں ورنہ امام اہلسنت کی تمام تصانیف کی تعداد تو تقریباً ایک ہزار ہے تو ابھی یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں کی تعداد جو انکے مطالعہ میں رہیں کتنی ہیں۔

ان تمام کتب کے حوالے اس بات کی بھر پور وضاحت کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا علم حدیث میں مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ آپ نے جن کتابوں کا بطور حوالہ تذکرہ فرمایا ہے وہ کتابیں بھی کوئی معمولی ضخامت کی حامل نہیں بلکہ بعض کتب دس، پندرہ، بیس، اور پچیس جلدوں پر بھی مشتمل ہیں:۔ مثلا

السنن الکبری للبیہقی ۔ دس جلدیں

کنز العمال لعلی المتقی ۱۸ جلدیں

المعجم کبیر للطبرانی ۔ ۲۵ جلدیں وغیرھم

اس عظیم ذخیرۂ حدیث کا استقصاء واحاطہ اور پھر استحضار یہ سب آپ ہی کا حصہ تھا۔ متعدد مقامات پر ایک وقت میں ایک حدیث کے حوالے میں دس، بیس اور پچیس

پچیس کتابوں کا تذکرہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ بیک وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام کتابیں رہتی تھیں بلکہ گویا ان سب کو حفظ کر لیا گیا تھا کہ جب جس مسئلہ میں ضرورت پیش آئی انکو فی البدیہ اور برجستہ تقریراً یا تحریراً بیان فرما دیتے۔ حافظہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا عظیم الشان عطا فرمایا تھا کہ جو کتاب ایک مرتبہ دیکھ لی حفظ ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ علم حدیث میں بے مثال بصیرت کے حامل تھے، آپ کی فن حدیث میں مہارت اس درجہ تھی کہ جرح وتعدیل جیسے پیچیدہ اور حساس موضوعات پر بھی آپ کی نظر نہایت دقیق اور دور رس تھی۔ آپ محدثین کے حالات زندگی، ان کی تاریخ پیدائش ووفات، اساتذہ وتلامذہ کے روابط، اوران کے علمی مراتب کی تفصیلات سے مکمل طور پر آگاہ تھے، اگر کوئی اپنے دل سے حسد کا غبار صاف کر کے ایمانداری سے امام احمد رضا کی درج ذیل کتب کا بغور مطالعہ کرے تو اسے یہ بخوبی سمجھ آجائے گا کہ علم حدیث میں امام کا کیا عظیم الشان مقام ہے۔

حَاجِزُ الْبَحْرَیْنِ الْوَاقِی عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَیْنِ

مُنِیرُ العَیْنَیْنِ فِی حُکْمِ تَقْبِیلِ الْاِبْہَامِینِ

الْفَضْلُ الْمُوھِبِي فِی مَعْنَیٰ إِذَا صَحَّ الْحَدِیثُ فَھُوَ مَذْھَبِي

الْھَادُ الْکَافِ فِی حُکْمِ الضِّعَافِ

یا کم سے کم امام احمد رضا کا وہ خطبہ ہی پڑھ لیں جس میں آپ نے تقریبا ۸۰/ اصطلاحات حدیث کو ایسے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایسے بلند پایہ محدث پر انگشت نمائی یقینا بددیانتی ہے، اور بغض وحسد کے سوا کچھ بھی نہیں

علم حدیث میں اعلیٰ حضرت کی حدیث دانی اورمہارت:

النوع الاول حدیث صحیح:

حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف: ''وہ حدیث جس کی سند شذوذ وعلت کے بغیر عدول و ضابطین کے ذریعہ متصل ہو''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، محدث سیوطی رحمہ اللہ، النوع الاول الصحیح، ج۱ ص۵۹)

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف: ''وہ حدیث جس کی سند شذوذ وعلت کے بغیر عدول اور خفت ضبط راوی کے ذریعہ متصل ہو نیز اسی کے مثل یا اس سے اقوی دوسرا طریق بھی موجود ہو''۔ (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص۷۸)

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ حدیث کے قابل احتجاج ہونے کے ضمن میں صحیح حدیث کی انہیں دو اقسام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہرگز حجت اس میں منحصر نہیں، صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ و حسن لذاتہ وحسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۲۹ ص۱۹۰)

تلقی بالقبول: ایسی حدیث جس کی سند ضعیف ہو، اگر علما اس کے مطابق عمل کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل اس ضعیف حدیث کو تقویت بخشتا ہے اور یہ ضعیف حدیث علما کے عمل کرنے کی وجہ سے صحیح قرار پا کر قابل احتجاج ہوجاتی ہے۔

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام نواوی رحمہ اللہ کی صحیح حدیث کی تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا: حدیث حسن جب دوسرے طریق سے مروی ہو تو وہ درجہ حسن سے صحت کی منزل تک

پہونچ جائے گی حالاں کہ یہ صحیح حدیث امام نواوی رحمہ اللہ کی اس تعریف میں داخل نہیں اور اسی طرح وہ حدیث حسن جسے علما قبول کرلیں وہ بھی صحیح ہے مگر اس تعریف میں شامل نہیں، بعض علما نے فرمایا: جب علما کسی ایسی حدیث کو قبول کرلیں اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو، اس حدیث پر صحت حکم لگایا جائے گا۔ جواب: امام نواوی کی اس تعریف سے مراد حدیث صحیح لذاتہ کی تعریف مراد ہے، حدیث صحیح لغیرہ مراد نہیں اور اعتراض صحیح لغیرہ سے کیا گیا ہے؛ اس لیے قابل توجہ نہیں''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، محدث سیوطی رحمہ اللہ، النوع الأول، ج۱ ص۶۵)

امام اہلسنت نے اسی اہل علم کے عمل سے حدیث کو تقویت ملنے اور اس کے درجہ صحت تک پہونچنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو'' پھر اپنے اس قول کو محدثین کے اقوال سے مزین کرتے ہیں، ان میں سے ایک دو ملاحظہ فرمائیں:

''امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے، سید میرک رحمہ اللہ نے امام نواوی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں، واللہ اعلم''۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، محدث علی قاری رحمہ اللہ، باب ما علی المأموم من المتابعۃ للإمام، ج۴ ص۲۵۴،)

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''معتمد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کا حدیث کو قبول کرنا حدیث صحیح ہونے کی دلیل ہے اگرچہ اس حدیث کی کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو''۔ (التعقبات علی

الموضوعات، محدث سیوطی رحمہ اللہ، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۷۷،)

اس کے بعد امام اہلسنت مزید لکھتے ہیں:

''یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں''۔(ایضا)

فلاں حدیث صحیح نہیں کا مطلب: اگر کسی ناقد نے یہ کہ دیا کہ فلاں حدیث صحیح نہیں تو بہت سارے لوگ تعصب یا جہل کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف یا موضوع ہے اس بیماری کے وہابیہ زیادہ شکار ہیں، حالاں کہ یہ فیصلہ محدثین کی رائے کے بالکل خلاف ہے خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور جب کہا جائے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اور امام نواوی رحمہ اللہ اگر غیر صحیح کے بجائے ضعیف کہتے تو زیادہ مختصر ہوتا اور ان کا یہ قول حدیث حسن کو شامل ہونے سے محفوظ رہتا بہر حال اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کی سند شرط مذکور کے اعتبار سے صحیح نہیں نہ یہ کہ وہ نفس الامر میں جھوٹ ہے کیوں کہ جھوٹے کا سچ بولنا جائز اور جو کثرت سے خطا کرتا ہے اس کا صحیح روایت کرنا ممکن ہے''۔(تدریب الروی فی شرح تقریب النووی، محدث سیوطی رحمہ اللہ، النوع الاول الصحیح، ج ۱ ص ۷۶،)

امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ اس بات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی حدیث حسن اور اس کے مثل حدیث کی نفی نہیں کرتا''۔(فتاوی رضویہ مترجم بحوالہ حلیۃ شرح منیۃ، امام حلبی رحمہ اللہ، ج ۵ ص ۴۷۳)

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحت کی نفی سے حسن کا انتفا نہیں ہوتا''۔ (فتاوی رضویہ مترجم بحوالہ تخریج للامام ابن حجر علی أذ کار النواوی، ج ۵ ص ۴۳۸)

نیز امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

''حدیث کے صحیح نہ ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا''۔ (القول المسدد فی عن مسند احمد، الحدیث السابع ،ص ۳۷)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اسی تعصب یا غلط فہمی اور جہل کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ غلط و باطل ہے بلکہ صحیح ان کی اصطلاح میں ایک اعلی درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق بسیار حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح نہیں'' یعنی اس درجہ علیا کو نہیں پہنچی اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے وہی علما جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد کرتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۳۷)

اس موضوع کے تحت مکمل تفصیل امام اہلسنت نے اپنے رسالہ "**منیر العین فی تقبیل الإبهامین**" تحریر فرمائی ہے۔اہل ذوق رجوع کریں۔

صحیح احادیث کا حصر:

بہت سارے لوگ تشدد بے جا یا جہل و لاعلمی کی وجہ سے صحیح احادیث صرف صحیح البخاری یا صحیح مسلم یا کتب ستہ ہی سے مطالبہ کرتے ہیں اور اگر انہیں ان کتب کے علاوہ سے صحیح حدیث پیش کی جائے؛ تو اسے یہ کہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح البخاری یا صحیح مسلم یا کتب ستہ میں نہیں ہے، گویا کہ صحیح احادیث ان میں سے بعض یا انہیں کتابوں میں محصور ہیں حالاں کہ ان کا یہ طریقہ محدثین کرام کے خلاف اور تشدد و تعنت سے ناشی ہے ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن صلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا اور نہ ہی آپ حضرات نے صحیح احادیث کے احاطہ کرنے کا التزام کیا امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ''الجامع'' میں صحیح حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث شامل نہیں کی اور طوالت کے خوف سے دوسری صحیح احادیث چھوڑ دی''۔(مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الاول معرفۃ الصحیح، ص ۱۰)

نیز امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں''۔(مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الاول معرفۃ الصحیح، ص ۱۰، الحدیث والمحدثون، محمد محمد ابو زہو، ص ۳۹۲)

امام مسلم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہر وہ حدیث جو صحیح ہے اسے میں نے یہاں اس کتاب میں ذکر نہیں کیا بلکہ میں نے یہاں اسی صحیح حدیث کو ذکر کیا ہے جو مجمع علیہ شرائط صحیح کی جامع ہے''۔(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، ج ۱ ص ۳۰۴)

امام ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں انہی احادیث کو رکھا ہے جن میں ان کے نزدیک صحیح مجمع علیہ کی شرائط پائی گئی اگرچہ ان میں سے بعض احادیث میں بعض کے نزدیک وہ شرائط نہیں پائی گئیں''۔ (مقدمۃ ابن الصلاح، النوع الاول معرفۃ الصحیح، ص ۱۰، حاشیۃ الحدیث والمحدثون، محمد محمد ابوزہو، ص ۳۹۳)

امام مسلم رحمہ اللہ ہی سے مروی ہے کہ جب ایک کتاب میں صحیح احادیث جمع کرنے کی وجہ سے ان پر عتاب کرتے ہوئے کہا گیا: آپ کا یہ عمل اہل بدعت کے لیے ہم اہل سنت و جماعت کے خلاف راستہ ہموار کردے گا اور جب ان کے خلاف کسی حدیث کے ذریعہ استدلال کیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ حدیث صحیح میں نہیں ہے؛ تو امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں نے یہ کہا ہے کہ اس کی احادیث صحاح ہیں میں نے یہ نہیں کہا کہ اس کتاب میں جس حدیث کی میں نے تخریج نہیں کی وہ ضعیف ہے''۔ (توجیہ النظر إلی اصول الاثر، طاہر بن صالح دمشقی، ج ۱ ص ۲۲۶)

امام عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث کے متعلق تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''دوسرے سوال کے جواب میں جو باتیں میں نے لکھی ہیں شاید اس کے ذریعہ غور وخوص کرنے والا یہ سمجھ جائے کہ بعض عوام کے ذہن جو یہ بات ذہن نشیں ہو چکی ہے کہ کتب سنن کی ہر حدیث قابل احتجاج ہے یہ قابل اعتبار نہیں اور اسی طرح بعض کے ذہن میں جو یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ کتب ستہ یا کتب سبعہ کے علاوہ میں جو موجود ہے وہ حدیث ضعیف ہے یہ بات بھی قابل توجہ اور قابل احتجاج نہیں''۔ (الاجوبۃ الفاضلۃ

للاسئلة العشرۃ الکاملۃ، عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ، ص ۱۱۷)

امام اہلسنت محدثین کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے اسی تشدد وتعنت اور جہل کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ ''صاحب مأۃ مسائل'' سے یہاں واقع ہوا جہل شدید وسفہ بعید ہے، حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے غیر عقائد واحکام حلال وحرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنی طلبہ علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بین ومبرہن **و لکن الوھابیة قوم یجھلون**''۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج۹ ص ۱۵۶)

نیز اسی جہل اور ہٹ دھرمی سے پردہ چاک کرتے ہوئے حصر احادیث کے متعلق اعلی حضرت مزید گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رابعا ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہراتے ہیں۔۔صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں، امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں، امام احمد کو

دس لاکھ محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار، خود شیخین وغیر ہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث کا استیعاب نہیں چاہتے، اور اگر ادعاے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ، دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یوں ہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں **وھو کما تری**''۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۰ ص ۲۹۴)

اندازہ لگائیں صحیح احادیث کے حصر کا مفسدہ کتنا زیادہ خطرناک ہے خود امام اہلسنت کے اس علمی تبصرہ سے بخوبی واضح وظاہر ہے مگر بے جا تشدد تعنت کا انجام چوں کہ قعر مذلت ہی میں گرنا ہے اسی لیے وہابیہ اور ان کے ہم نوا بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

النوع الثانی حدیث معلق:

حدیث **معلق** وہ ہے جس کی سند کے شروع سے ایک یا ایک سے زائد راوی صیغہ جزم کے ذریعہ ایک ساتھ حذف کر دئے گیے ہوں (تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی ج ۱ ص ۲۵۰)

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کا صیغہ جزم کے ساتھ حدیث روایت کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

''اور امام بخاری رحمہ اللہ صیغہ جزم جیسے **قال فلان** کو ان بعض احادیث میں بھی استعمال کرتے ہیں جن کو آپ نے اپنے شیوخ سے نہیں سنا پھر ان شیوخ اور اپنے درمیان دوسری جگہ واسطہ کے ذریعہ حدیث ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ''التاریخ'' میں آپ نے فرمایا: **قال إبراهيم بن موسى: حدثنا هشام بن يوسف** اس کے

بعد حدیث ذکر کیا پھر فرماتے ہیں: **حدثونی بھذا عن إبراھیم** لیکن یہ بات آپ کی ہر صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کی گئی حدیث کے بارے میں نہیں کہہ سکتے لیکن جب تک یہ احتمال باقی ہے اس وقت تک اس صیغہ سے ذکر کی گئی حدیث کو ان کے اپنے شیوخ سے سماع پر محمول کرنا درست نہیں۔

اس بیان سے امام عراقی رحمہ اللہ کی جانب امام ابن صلاح رحمہ اللہ کی پیش کردہ مثال پر کیا ہوا اعتراض بھی دفع ہو گیا مثال یہ ہے: **قال: عفان و قال: القعنبی** یہ دونوں امام بخاری کے شیوخ سے ہیں، اگرچہ ان سے امام کی روایت سماع میں صراحت والے صیغہ سے نہیں وہ اتصال پر محمول ہے پھر اس تقسیم میں ہمارا یہ کہنا کہ صیغہ جزم کی حدیث معلق امام بخاری کی شرط کے ساتھ ملحق ہوگی اور یہ نہیں کہا کہ امام کی شرط پر ہے کیوں کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر صحیح مسند کی قسم سے نہیں"۔
(تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ج ۱۲۵)

امام عراقی رحمہ اللہ کا اعتراض اس لیے دفع ہو گیا کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی حدیث معلق ان کے شیوخ کے ذریعہ متصل تو ہوتی ہے مگر احتمال کی وجہ سے بعض احادیث کے متعلق اپنے شیوخ سے سماع مشکوک ہوتا ہے۔

امام اہلسنت عدوی کے ثبوت اور عدم ثبوت پر گفتگو کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کی اسی طرح کی حدیث معلق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں،:

"رہیں قسم اول کی حدیثیں وہ اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں صرف حدیث اول کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلی درجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی میں ابطال عدوی موجود مع ہذا صحت میں اس کا پایہ بھی دیگر

احادیث نفی سے گرا ہوا ہے کہ اسے امام بخاری نے مسندا روایت نہیں کیا بلکہ بطور تعلیق چنانچہ امام بخاری نے فرمایا: عفان نے کہا، یہ عفان اگر چہ شیوخ بخاری میں سے ہیں تاہم ان سے بسا اوقات بالواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے اور امام بخاری کا **حدثنا** چھوڑ کر لفظ **قال** اختیار کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا اگر چہ علامہ ابن صلاح کے طریقہ پر یہ صورت وصل ہے تاہم مختلف فیہ متفق علیہ کی طرح نہیں محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر کے باب العنین میں اس پر یقین اور وثوق کیا کہ امام بخاری نے اسے معلق روایت کیا ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۴ ص ۲۳۷)

النوع الثالث حدیث حسن:

حدیث حسن کی دو اقسام ہیں: حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، ان دونوں اقسا کی تعریف ابتداء کتاب میں مذکور ہوئی۔

جب کچھ ناعاقبت اندیشوں نے صرف صحیح حدیث کو قابل احتجاج قرار دینے کی کوشش کی تو امام اہلسنت نے حدیث حسن کو میدان احتجاج میں صحیح کے مشارک ہونے کی بات پیش کرتے ہوئے اس حدیث کی انہیں دو اقسام کی طرف بھی اشارہ کیا اور فرمایا:

''اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہرگز حجت اس میں منحصر نہیں صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ و حسن لذاتہ وحسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۹ ص ۱۹۰)

مزید حدیث حسن کی تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، محدث بریلوی رحمہ اللہ، ج ۵ ص ۴۷۸)

نیز حدیث حسن کے قابل احتجاج ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۹ ص ۱۵۶)

مزید بطور احتجاج حدیث حسن ذکر کرنے کے بعد صاحب ''الحلیۃ'' کی عبارت نقل فرماتے ہیں، جس سے وضاحت ملتی ہے کہ صحیح حدیث کی طرح حدیث حسن بھی قابل احتجاج ہے رقم فرماتے ہیں:

''امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز سند صحیح سے ثابت نہیں ان کا یہ قول حدیث حسن اور اس کے مثل کے وجود کی نفی نہیں کرتا اور مطلوب کا ثبوت صرف صحیح حدیث پر موقوف نہیں بلکہ اس سے ثابت ہونے کی طرح حدیث حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۱ ص ۲۴۰)

تعدد طرق سے حدیث حسن:

کبھی حدیث راوی کے حافظہ میں ضعف یا سند میں انقطاع وغیرہ ہونے کی وجہ ضعیف قرار دی جاتی ہے مگر جب اسی کے مثل یا اس سے اقوی کوئی دوسری سند آجاتی ہے جو پہلی والی سند کی تائید کرتی ہے تو وہ ضعیف حدیث حسن ہو جاتی ہے خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب حدیث متعدد ضعیف اسانید سے مروی ہو تو اس کے مجموع سے حدیث کا

حسن ہونا لازم نہیں بلکہ جس حدیث کا ضعف راوی صدوق امین کے ضعف حافظہ کی وجہ سے ہوتو یہ ضعف اس حدیث کے دوسری سند سے آنے کی وجہ سے ختم ہوجائے گا اور ہمیں اس سے معلوم ہوجائے گا کہ انہوں نے حدیث کو محفوظ رکھا اور اس حدیث کے یاد رکھنے میں ان کا ضعف مخل نہیں رہا اور اس دوسری سند کی وجہ سے حدیث حسن ہوگئی اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ حدیث کا ضعف ارسال یا تدلیس یا جہالت کی وجہ سے ہو یعنی اس صورت میں بھی دوسری سند کی وجہ سے یہ ضعف زائل ہوجائے گا اور اس کا درجہ حسن لذاتہ سے کم ہوگا اور وہ ضعف جو فسق راوی یا اس کے کذب کی وجہ سے ہوتو غیر کی موافقت اس میں اثر انداز نہیں ہوگی جب کہ یہ دوسری بھی اس کے مثل ہو کیوں یہ دوسری خود قوت ضعف میں زیادہ ہے اور اس میں جابر بننے کی صلاحیت نہیں البتہ اس حدیث کے مجموع طرق سے اتنا ہوگا کہ حدیث منکر اور لا اصل سے بلند مرتبہ والی ہوجائے گی، شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ''بلکہ کبھی کثرت طرق راوی کو درجہ مستور اور سیی حفظ تک پہونچا دے گی یہاں تک کہ اگر اس کے لیے کوئی دوسرا ایسا طریق پایا گیا جو ضعیف تو ہے مگر نقصان کی تلافی کے قابل ہے تو حدیث مجموع طرق سے درجہ حسن کو پہنچ جائے گی''۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۱ ص ۹۲/ ۹۴)

حضور اعلیٰ حضرت حدیث معلق اور تین مسند ضعیف احادیث ذکر کرنے کے بعد تعدد طرق سے حدیث ضعیف کے انجبار اور ضعف کے دور ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ چاروں حدیثیں اگر چہ ضعیف ہیں مگر تعدد طرق سے اس کا انجبار ہوتا ہے''۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ا ص ۲۴۰)

نیز اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہوتو جبر نقصان ہوکر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہوتی ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۷۲)

اس کے بعد محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے اس قول کی تائید محدثین کرام کے اقوال سے پیش کرتے ہیں۔

محدث علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متعدد طرق واسانید، حدیث ضعیف کو ضعیف سے نکال کر درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے''۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۹۷)

امام ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حسن حدیث کے لیے یہ جائز ہے کہ کثرت طرق کی وجہ سے صحت تک پہونچ جائے اور حدیث ضعیف تعدد طرق کے سبب قابل حجت ہو جاتی ہے کیوں کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے''۔(فتح القدیر، ج ا ص ۶۴۴)

بلکہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متروک یا منکر جب ان کے طرق متعدد ہوں؛ تو یہ بھی ضعیف قریب بلکہ کبھی درجہ حسن تک پہونچ جاتی ہیں''۔(التعقبات علی الموضوعات، ص ۲۹۹)

النوع الرابع، حدیث ضعیف:

امام اہلسنت نے حدیث کی متعدد اقسام پر فنی گفتگو کی ہے مگر ان اقسام میں سے ایک قسم حدیث ضعیف کے متعلق آپ نے جس قدر تفصیل سے گفتگو کی ہے اتنی تفصیل سے آپ کی گفتگو کسی دوسری قسم پر نہیں ملتی، یہ علمی وفنی گفتگو فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۳۰ سے ج ۵ ص ۸۲۶ صفحات پر تیس افادات اور بارہ فوائد کے تحت پھیلی ہوئی ہے، حدیث ضعیف کے حوالہ اعلی حضرت کی اراد دیکھیں۔

حدیث ضعیف کی تعریف:

حدیث ضعیف وہ ہے جو حدیث حسن کی صفات کی جامع نہ ہو (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ا ص ۱۹۵)

حدیث ضعیف پر عمل کے متعلق خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل حدیث وغیرہ کے نزدیک اسانید ضعیفہ میں تساہل موضوع کے علاوہ ضعیف حدیث کا روایت کرنا اور اللہ تعالی کی صفات اور احکام جیسے حلال وحرام وغیرہ کے علاوہ میں حدیث ضعیف کے ضعف کو بیان کیے بغیر اس پر عمل کرنا جائز ہے جیسے قصص، فضائل اعمال اور مواعظ وغیرہ جن کا عقائد واحکام سے تعلق نہیں''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی،، ج ا ص ۳۵۰)

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ ابواب فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

''تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں بالاتفاق ضعیف حدیث بھی کافی ہے مثلا کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان

کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف مستحکم ہے۔ عبارت ''تعقبات'' میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے با آں کہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۷۸)

اپنی رائے پیش کرنے کے بعد امام اہلسنت اہل فن وشان کی آرا سے اپنی رائے کی توثیق کرتے ہیں:

شیخ العلما سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

''فضائل اعمال اور تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہی مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کیا جائے ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۷۹)

امام ابوزکریا نواوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے جواز پر علمائے کرام کا اتفاق ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۷۹)

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب حدیث فضائل اعمال سے متعلق ہو تو علما اس میں تساہل فرماتے ہیں''۔ (المقاصد الحسنۃ، ص ۶۳۵)

زیر بحث موضوع کے متعلق امام ابن صلاح، امام علی قاری رحمہما اللہ وغیرہ کے

اقوال ذکر کرنے کے بعد امام اہلسنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت اس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح مانیے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے''

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۴۸۳)

اور صرف فضائل اعمال ہی میں ضعیف حدیث مقبول نہیں بلکہ اگر احکام میں بھی وارد ہو اور مقام مقامِ احتیاط ہو تو ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا، امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں احتیاط ہو''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۱ ص ۳۵۱)

انہیں محدثین کی آرا کی تائید کرتے ہوئے امام اہلسنت فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے''۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۹۵)

اپنی اس بات کو قرآن پاک اور حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مضبوط کرنے کے بعد امام محدث بریلوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ درباره احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جب کہ جانب احتیاط ہو''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۹۶)

پھر آپ اپنی اس فکر کی تائید مختلف محدثین کرام کے اقوال سے فرماتے ہیں:

امام نواوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''محدثین، فقہا وغیرہ علما فرماتے ہیں: اور رہی بات احکام کی جیسے حلال، حرام، بیع، نکاح، طلاق وغیرہ تو اس میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ حدیث ضعیف ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں وارد ہو، جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے؛ تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں مگر بچنا واجب نہیں'' (الأذکار، ص ۸)

النوع السادس، حدیث مرفوع:

تعریف: حدیث مرفوع وہ ہے جس کی اضافت خاص حضور ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کی طرف کی گئی ہو خواہ وہ متصل ہو یا کسی صحابی یا ان کے علاوہ کسی راوی کے ساقط ہونے کی وجہ سے منقطع ہو۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ج۱ ص ۲۰۲)

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث مرفوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الحمد للہ تین چہل حدیث کا عدد تو کامل ہوا جن میں چوراسی حدیثیں مرفوع اور سترہ تذییلات علاوہ پہلے گزری تھیں اس تکمیل میں پڑھیں ان سترہ میں بھی پانچ مرفوع تھیں تو جملہ مرفوعات یعنی وہ حدیث جو خود حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی حضور کے ارشاد وتقریر کی طرف منتہی ہیں نواسی ہوئیں لہذا چاہا کہ ایک حدیث مرفوع اور شامل ہو کہ نوے احادیث مرفوعہ کا عدد ہو''۔ (فتاوی رضویہ

مترجم، ج۱۵ص۷۰۹)

نیز امام محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث مرفوع کے متعلق فرماتے ہیں:

''اور جو بات قیاس سے نہ کہی جا سکے اسے حکماً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان قرار دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس کے راوی اسرائیلیات سے لے کر روایت نہ کرتے ہوں''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۱ص۲۳۸)

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''مع ہذا امور قبور و احوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں؛ تو یہاں موقوف بھی مرفوع میں داخل''۔(فتاوی رضویہ ج۹ص۷۴۲)

النوع السابع، موقوف:

تعریف: صحابہ کرام کے قول یا فعل یا تقریر کو جس کی سند متصل ہو یا غیر متصل حدیث موقوف کہا جاتا ہے۔ لفظ موقوف کا استعمال صحابہ کرام کے علاوہ تابعین کے لیے بھی کیا جاتا ہے مگر مقید ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: **وقفه فلان على الزهري** (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۱ص۲۰۲)

اسی حدیث موقوف کی اصطلاح امام اہلسنت نے اپنی اس عبارت میں بھی استعمال کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے موقوفا، راوی''۔(فتاوی رضویہ مترجم ج۹ص۶۵۱)

نیز امام اہلسنت ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول

صحابی بھی حجت ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۹ ص۶۵۱)

النوع التاسع، حدیث مرسل:

مرسل کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، یہاں پر تدریب الراوی میں موجود پہلی تعریف اور اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی پیش کردہ ایک دوسری تعریف ملاحظہ فرمائیں:

تعریف: مختلف جماعت کے علما اس بات پر متفق ہیں کہ تابعی کبیر جیسے عبید اللہ بن عدی بن خیار وغیرہ کے قول: **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کذا أو فعلہ کذا** کو مرسل کہا جاتا ہے(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ج۱ ص۲۱۹)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث مرسل کی تعریف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ أنواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں: فقہا وغیرہ مصنفین کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا یا اس کے مثل کوئی کلمہ یہ سب معضل کے قبیل سے ہے، حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متصل کا نام مرسل رکھتے ہیں''۔(مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، ص۶۰)

مسلم الثبوت میں ہے:''حدیث مرسل عادل کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا''۔(مسلم الثبوت، ص۲۰۱)

حدیث مرسل کا حکم:

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث مرسل کا حکم ''فوات

الرحموت'' کی روشنی ملاحظہ فرمائیں:

''مرسل اگر صحابی سے ہو تو مطلقا مقبول ہے اور اگر غیر صحابی سے ہو تو اکثر ائمہ بشمول امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ راوی ثقہ ہو تو مطلقا مقبول ہے۔الخ''۔(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، مسئلۃ فی الکلام علی المرسل، ج ۲ ص ۱۷۴، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۳۰ ص ۶۵۴)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیث زیادہ سے زیادہ مرسل ثابت ہو گی تو کیا ہوا؟ حدیث مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۱ ص ۴۱۱)

نیز اسی حدیث کی حجیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۲۹۲)

البتہ جماہیر محدثین، امام شافعی اور بہت سارے فقہا واصولیین کے نزدیک قابل احتجاج نہیں خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث مرسل حدیث ضعیف ہے جمہور محدثین، امام شافعی اور بہت سارے فقہا واصحاب اصول کے نزدیک قابل احتجاج نہیں''۔(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۱ ص ۲۲۳)

النوع العاشر منقطع:

تعریف: حدیث منقطع وہ ہے جس کی اسناد متصل نہ ہو، انقطاع خواہ صحابی یا اس کے علاوہ کے ساقط ہونے کی وجہ سے ہو لیکن اکثر اس کا استعمال تابعی کے بعد والے کا صحابی سے روایت کرنے پر ہوتا ہے جیسے امام مالک رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہ سے روایت کریں۔(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ا ص ۲۳۵)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اسی حدیث منقطع کی تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دوسری حدیث کہ خود نفس اسناد میں امام ابوداود نے اس کی سند میں ارسال یا انقطاع کا پتا بتادیا تھا تابعی تک رکھتے ہیں تو مرسل ہوتی ہے، صحابی تک رکھتے ہیں تو منقطع ہوئی جاتی ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۲ ص ۶۱۲)

حدیث منقطع کی حجیت:

حدیث منقطع کی حجیت اور اس کے موضوع نہ ہونے کے بارے میں اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی طرح سند منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علما کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۴۸)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے اس قول کے ذکر کرنے کے بعد اس کی تائید فقہائے کرام اور محدثین عظام کے اقوال سے کرتے ہیں:

امام محقق کمال ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسے انقطاع کی بنا پر ضعف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں کیوں کہ راویوں کے عادل و ثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے''۔ (فتح القدیر، ج ا ص ۲۲،)

امام علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابوداود فرماتے ہیں: یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور

جمہور کے نزدیک حجت ہے''۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ص۳۶۸)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور جو اسے قادح مانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ص۴۴۹)

پھر اپنے اس قول کی تائید امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے اس قول سے کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے''۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۲ص۷۱۵)

النوع الحادی عشر، معضل:

اگر کسی حدیث کی سند سے دو یا دو سے زائد بلکہ سب راوی محذوف ہوں تو محدثین کے نزدیک اسے معضل کہا جاتا ہے اگر قابل اعتماد ائمہ دو یا دو سے زائد راوی بلکہ پوری سند کو حذف کر کے روایت کریں تو ائمہ محدثین کے نزدیک وہ فضائل کے باب میں معتبر ہے بلکہ فقہائے کرام کے نزدیک احکام میں بھی قابل قبول ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حدیث معضل کی تعریف:''وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ساتھ ساقط ہوں''۔(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۱ص۲۴۱)

امام اہلسنت لکھتے ہیں:

''اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثریین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں

بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقا باطل ومردود و عاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلا نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالاں کہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل، منقطع، معلق، معضل ہے اور فقہا و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل، اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز ضروری نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے"۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۶۲۱)

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ اس قول فیصل کو بیان کرنے کے بعد علمائے محدثین و فقہا سے اپنی فکر سدید کی تائید پیش کرتے ہیں:

امام اجل ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلا وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا ابوبکر وعمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے، حافظ ابومکبر نصر سجزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول: **بلغنی** مثلا امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہونچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مملوک کے لیے کھانا اور

کپڑے (الحدیث) اور آپ نے فرمایا کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں، میں کہتا ہوں: فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اس طرح فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے، جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا اور حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا''

(معرفۃ انواع علوم الحدیث، ص۶۱)

توضیح التلویح میں ہے: ''ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو، وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا''۔

(توضیح التلویح، ص ۴۷۴، ، فتاوی رضویہ، محدث بریلوی رحمہ اللہ، ج۵ ص ۶۲۲)

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ اس کے متعلق کئی اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''پھر باجماع علما و محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بے گانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفا و خلفا ماخوذ و مقبول، جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شر الانواع بتاتے اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلا نکیر منکر، مراسیل، و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے، افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ و مرسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائیں ہے یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا، خود صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح مؤطا میں

معضلات و بلاغات موجود ہیں، وسط میں بقلت، طرفین میں بکثرت، خصوصا بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلا نہ ملی''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۶۲۳)

پھر امام محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنی بات کو مستحکم کرنے کے لیے متعدد محدثین کے اقوال پیش کرتے ہیں:

امام ابوالفضل زین الدین عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالاں کہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معلوم نہیں، جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ا ص ۹)

نیز ان اقوال کے ذکر کرنے کے بعد بعض لوگوں کو اسناد کی فضیلت کے متعلق اقوال علما و محدثین کی وجہ سے جو یہ وہم ہوا کہ سند کامل کے بغیر مطلقا کوئی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے امام محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسناد کے سنت مطلوبہ و فضیلت مرغوبہ و خاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام محققین قابلین مراسیل و معاضیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ، تاکید اثریین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید: **ذاكرت حماد بن زيد بأحاديث فقال: ما أجودها لو كان لها أجنحة** یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا؛ تو آپ نے فرمایا: بہت عمدہ ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو) قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لاعموم لہا (یہ ایک مخصوص واقعہ ہے جس کے لیے عموم نہیں) ممکن کہ وہ

احادیث در بارہ احکام ہوں یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقا مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری: **الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معه سلاح فبأی شیء یقاتل** (سند مؤمن کا اسلحہ ہے، جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہوتو وہ کس چیز سے لڑے گا) صراحۃ در بارہ عقائد و احکام ہے''۔

فإن الحاجة إلى القتال إنما هي فيما يجري فيه التشديد و التماكس دون ما أجمعوا على التساهل فيه (کیوں کہ لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو، نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو)

یوں ہی ارشاد امام عبد اللہ بن مبارک: **لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء** (اگر اسناد کا اعتبار نہ ہوتا تو جس کی جو مرضی ہوتی وہ کہتا) کہ قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اوامر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء (جو جس کی مرضی ہوتی وہ کہتا) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یوں ہی ایک راوی بھی ساقط تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال ولہذا بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلا کوئی فرق حکم نہیں کرتے اسی لیے ''فواتح الرحموت'' میں اصطلاحات مرسل و معضل و

منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:

لم يظهر لتكثير الاصطلاح و الأسامي فائدة (کثیر اصطلاح اور ناموں سے کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوتا) (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج ۲ ص ۱۷۴، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۶۲۳)

پھر اپنی بات کو مزید پختہ اور مضبوط کرتے ہوئے امام محدث بریلوی رحمہ اللہ ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں:

''بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ابواسحاق ابراہیم بن عیسی طالقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمن: اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں: ((نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ اپنے والدین کے لیے روزہ رکھو))

آپ کہتے ہیں کہ عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! یہ حدیث کس سے مروی ہے؟ میں نے ان سے عرض کیا: یہ شہاب بن خراش کی حدیث سے ہے تو آپ نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں، انہوں نے کس سے روایت کی ہے؟ میں نے عرض کیا: انہوں نے حجاج بن دینار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: یہ ثقہ ہیں، انہوں نے کن سے روایت کی ہے؟ میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آپ نے فرمایا: اے ابواسحاق! بے شک حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

درمیان اتنا لمبا فاصلہ ہے کہ اس میں چلنے والے کی زندگیاں ختم ہوجائیں لیکن بہر حال صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔(صحیح مسلم رحمہ اللہ، مقدمۃ، ج ۱ ص ۱۴، فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۶۲۵)

امام نواوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**معنى هذه الحكاية أنه لا يقبل الحديث إلا بإسناد صحيح**''۔(شرح صحیح مسلم، ج ۱ ص ۸۹) اس حکایت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔

اگر ان اقوال کو اپنے اطلاق پر رکھا جائے تو اجماع کی خلاف ورزی لازم آئے گی، اسی خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام محدث بریلوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے مرسل، منقطع، معلق، معضل، ہر نا متصل باطل و ملتحق بالموضوع ہوجاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل، افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا: **المنقطع يعمل به في الفضائل إجماعا** (منقطع پر فضائل میں بالاجماع عمل کیا جائے گا) لاجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو **كما قررنا في الكلمات المذكورة** (جیسا کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے) اور واقعی دربارہ رد وقبول غالب ومحاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نخبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھیے کہ حدیث کی دو قسمیں ہیں: مقبول ومردود، مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا، حالاں کہ ضعاف فضائل میں اجماعا مقبول **هكذا ينبغي التحقيق و الله ولى التوفيق**''(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۶۲۵)

پھر امام اہلسنت جمہور فقہاے کرام کے نزدیک بے سند حدیث کے فضائل تو

فضائل احکام میں حجت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ سب کلام بطور محدثین تھا اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جب کہ مرسل امام معتمد محطاط فی الدین، عارف بالرجال، بصیر بالعلیل، غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیر ہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے **كما نص عليه فى المسلم و شروحه وغيرها** (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے)''

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۶۲۶)

بے سند حدیث علما کے قبول کرنے کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے یا کم از کم قابل قبول ضرور ہوتی ہے، اس کی مثال حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"یا جابر! إن اللّٰہ تعالی قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نورہ۔ الحدیث"

امام محدث بریلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

''یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہ روایت کی، اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القری اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی فی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں۔ بالجملۃ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علما بالقبول وہ شیء عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی

حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی لا جرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں:

''بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی''۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۲، ۳۷۵، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۳۰ ص۶۵۹)

النوع الثانی عشر تدلیس:

تدلیس کی کئی قسمیں ہیں:

اول، تدلیس الإسناد: اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ امام نواوی رحمہ اللہ کے حوالے سے تدلیس اسناد کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''تدلیس اسناد یہ ہے کہ راویت کرنے والا اپنے ہم عصر سے اس چیز کو روایت کرے جو اس سے سنا نہ ہو، اس سے سننے کے متعلق وہم میں ڈالتے ہوئے، مثلا کہے: قال فلان یا عن فلان یا اس کے مثل دوسرے الفاظ استعمال کرے۔ (التقریب والتیسیر، ص۳۹)

ثانی، تدلیس الشیوخ: تدلیس شیوخ یہ ہے کہ روایت کرنے والا اپنے شیخ کا ایسا نام ذکر کرے یا ایسی کنیت بتائے یا ایسی نسبت بیان کرے یا ایسا وصف لائے جس سے وہ مشہور نہ ہو۔ (ایضا)

تدلیس کا حکم:

مدلس کے عنعنہ کا حکم بیان کرتے ہوئے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رابعاً ملا جی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں، صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الروایۃ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصول محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی، اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کی اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار میں مردود و نامستند''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص ۲۴۵)

پھر امام نواوی رحمہ اللہ کی تدلیس کے متعلق وضاحتی بیان سے اپنے قول کی توثیق و تائید فرمائی کہ:

''صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے یعنی مدلس کی روایت ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو تو وہ مرسل اور غیر مقبول ہے اور جس میں سماع کی صراحت ہو جیسے **سمعت، حدثنا، اخبرنا** اور ان جیسے الفاظ تو وہ مقبول اور قابل استدلال ہے''۔(التقریب والتیسیر، ص ۳۹)

نیز مدلس کا سماعت کی صراحت یا ایسے شیخ سے روایت کی صورت میں جس سے مدلس کثرت سے روایت کرتا ہے اس کی حدیث مقبول ہوتی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل حدیث جسے ہم نے روایت کیا ''مسند احمد'' میں اس سند کے ساتھ ہے:

يعقوب حدثنا أبى عن ابن إسحاق قال: حدثنى محمد بن مسلم بن عبيد الله الزهرى، عن السائب بن يزيد، یہاں یہ حدیث لفظ حدثنی سے مروی ہے تو اب اس روایت پر تدلیس کا اعتراض نہیں ہوسکتا ہے یہ ایک جواب۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام محمد بن اسحاق امام زہری سے کثرت سے روایت کرنے

والے ہیں اور ایسے راوی کا عنعنہ بھی سماع پر محمول ہوتا ہے امام ذہبی فرماتے ہیں:

راوی جب روایت میں لفظ عن کا استعمال کرے تو تدلیس کا احتمال ہوتا ہے مگر جب راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے وہ کثرت سے روایت کرنے والا ہو تو یہ روایت متصل ہوگی''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۸ ص ۷۹)

النوع الرابع عشر منکر:

تعریف: منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو۔(شرح الزرقانی علی المواھب، ج ۱ ص ۱۹۶)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ امام زرقانی رحمہ اللہ کی طرف سے حدیث منکر کی یہ تعریف پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اور صرف ضعیف کا مرتبہ منکر سے احسن و اعلی ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۴۸)

حدیث منکر کا حکم:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث منکر کا حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا یہاں تک کہ درباره فضائل مقبول رہے گی''(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۵۰)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے اس دعوی کو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے مختلف اقوال سے ثابت کرتے ہیں:

خاتم الحفاظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''منکر موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے''۔
(التعقبات علی الموضوعات، فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۴۵۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل کے ابواب میں قابل قبول ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۴۵۰)

النوع الخامس عشر معرفة الاعتبار والمتابعة:

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے مختلف روایات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ روایت متابع بننے کے قابل ہے اور فلاں روایت متابع بننے کے قابل نہیں محدث بریلوی رحمہ اللہ کے اس مستخدم اصطلاح کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اعتبار اور متابع کی حقیقت کو ان کی تعریف کی روشنی میں جان لیا جائے، ملاحظہ فرمائیں:

اعتبار کی تعریف:

اعتبار یہ ہے کہ راویوں کی بعض حدیث کو لے پھر حدیث کے طرق کی چھان بین کر کے دوسرے راویوں کی روایات کے ذریعہ اس حدیث کا اعتبار کرے تاکہ معلوم ہو کہ اس حدیث میں دوسرے راوی نے پہلے راوی کی مشارکت کی ہے اس طور سے کہ اس دوسرے راوی نے پہلے راوی کے شیخ سے روایت کی ہے یا نہیں اگر روایت نہیں کی ہے تو دیکھے کہ کیا کسی راوی نے اس پہلے راوی کے شیخ کے شیخ کی متابعت کی ہے اس طور سے کہ اس کے شیخ کے شیخ سے روایت کی اسی طرح آخری اسناد تک کرے اور یہی متابعت ہے۔(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۱ ص۲۸۱)

متابعت تامہ وناقصہ کی مثال:

متابعت تامہ یہ کہ مثلاً حماد بن سلمہ نے ایوب سے کوئی حدیث روایت کی اور حماد کے علاوہ کسی راوی نے بھی ایوب سے وہ حدیث روایت کی، اور متابعت ناقصہ یہ ہے کہ ایوب سے حماد کے علاوہ کسی راوی نے روایت نہیں کی مگر ابن سیرین سے ایوب کے علاوہ راوی نے روایت کی یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن سیرین کے علاوہ راوی نے روایت کی یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابی نے روایت کی یہ ساری صورتیں متابعت کی ہیں مگر پہلی والی متابعت سے یہ متابعت ناقص ہے۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ا ص ۲۸۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ "غنیۃ المستملی" کے حوالے سے متابعت کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس لیے کہ یہ طے شدہ ہے کہ راوی کا ضعف جب فسق کی وجہ سے نہ ہو بلکہ غفلت کی وجہ سے ہو؛ تو وہ متابعت کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ راوی نے اس میں عمدگی برتی ہے اور وہم کا شکار نہ ہوا تو وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے"۔ (غنیۃ المستملی، ص ۱۳۸، فتاوی رضویہ مترجم، ج ا ص ۴۰۷)

نیز فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں ابن ہلال تو متابعت کے قابل نہیں یحیی بن سعید نے اسے کاذب کہا ہے"۔ (ایضا)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اور امام بخاری و امام طحاوی کی روایت میں امام زہری سے ابن ابی ذئب نے

بلفظ دوم روایت کی ''**کنت اغتسل أنا و النبی۔۔الخ**'' ابن ابی ذئب کی متابعت امام نسائی کی روایت میں معمر اور ابن جریج نے اور امام طحاوی کی ایک روایت میں جعفر بن برقان نے کی''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۱ ص ۵۸۷)

النوع الثامن عشر معلول:

تعریف: حدیث معلل وہ ہے جس میں کوئی ایسی علت پائی جو اس کی صحت میں قادح ہو اگر چہ حدیث بظاہر اس علمت سے محفوظ معلوم ہوتی ہو۔(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ج۱ ص ۲۹۴)

حدیث معل تمام اقسام علوم حدیث میں سب سے زیادہ دقیق اور اہمیت کا حامل ہے اس کی اسی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علوم حدیث کی یہ قسم تمام اقسام میں سب سے زیادہ عظمت وشرف والی ہے اور ساتھ ہی دقت طلب بھی ہے، حفاظ کرام، تجربہ کار اور فہم ثاقب رکھنے والے اس کی معرفت حاصل کر پاتے ہیں اسی وجہ سے اس نوع کے بارے میں کم ہی علماے کرام نے کلام کیا ہے جیسے امام ابن مدینی، احمد اور بخاری رحمہم اللہ وغیرہ''۔ (تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، محدث سیوطی رحمہ اللہ، ج۱ ص ۲۹۴)

اس نوع کے دقت طلب ہونے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۲۷ ص ۷۰)

نیز فرماتے ہیں:

''ملا جی بایں پیرانہ سالی و دعوی محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اس کے لیے کچھ ضعف راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف وثاقت وعدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابوداؤد وغیرہما جیسے ناقدین پہچانتے ہیں''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۲۰۶)

کبھی علت کے مقتضی کے خلاف پر بھی علت کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی علت خفی یا پوشیدہ نہیں بلکہ بالکل ظاہر ہوتی ہے اس کے باوجود اس پر علت کا اطلاق ہوتا ہے یا حدیث کو معلول کہا جاتا ہے خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور کبھی علت کا اطلاق اس کے تقاضا کے خلاف پر بھی ہوتا ہے، جیسے راوی کا جھوٹ، فسق، غفلت، برا حافظہ اور اس کے مثل دوسرے ضعف حدیث کے اسباب، یہ چیز کتب علل میں موجود ہے''۔(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ج۱ ص۳۰۲)

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے اس ظاہری سبب کی وجہ سے بھی مندرجہ ذیل حدیث پر معلل ہونے کا حکم لگایا ہے: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''تَذْھَبُ الْأَرَضُونَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، إِلَّا الْمَسَاجِدَ، فَإِنَّھَاتَنْضَمُّ بَعْضُھَاإِلَی بَعْضٍ''**

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ مندرجہ بالا حدیث اور مزید ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور پہلی روایت میں سخت تعلیل ہے''(فتاوی رضویہ مترجم، ج۱۶، ص۴۲۶)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے مذکورہ بلا حدیث میں جس سخت تعلیل کی

طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی اصرم بن حوشب، کذاب ہے(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، امام ہیثمی رحمہ اللہ، ج ۲ ص ۶)

امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے بقیہ بن ولید راوی کے عنعنہ کی وجہ سے حدیث کو معلل قرار دیا، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ امام کا قول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''واقعہ دوم: معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔ اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا، بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے!

به أعله المحقق فی الفتح، أقول: لکن سند أبی أحمد الحاکم هکذا: أخبرنا أبو الحسن أحمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیة ثنا محمد بن زیاد عن أبی أمامة فذکره۔

حضرت محقق نے فتح القدیر میں اسی سے اس کو معلول ٹھہرایا۔ **أقول**: مگر ابو احمد حاکم کی سند اس طرح ہے: ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق میں انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نوح بن عمرو بن حری نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے وہ ابوامامہ سے راوی ہیں، اس کے بعد حدیث ذکر کی''۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۹ ص ۳۵۳)

ان مقامات کے علاوہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے اس حدیثی اصطلاح کو دیگر مقامات پر بھی استعمال کیا ہے، جیسے: (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۱۷۷، ج ۵ ص ۲۲۱، ج ۵ ص ۵۵۱، ج ۵ ص ۵۹۴، ج ۲۷ ص ۷۹، ج ۲۸ ص ۲۶۲)

النوع التاسع عشر مضطرب:

تعریف: حدیث مضطرب وہ ہے جو ایک راوی سے دو مرتبہ یا زیادہ یا دوسرے راوی یا کئی رواۃ سے ایسے وجوہ سے مروی ہو کہ ان کے درمیان ترجیح نہ دی جاسکے۔ لیکن اگر دو یا کئی روایات میں سے ایک کو راوی کے حفظ یا مروی عنہ کی کثرت صحبت وغیرہ کی وجہ سے ترجیح دے دی گئی تو جو حدیث راجح ہے وہی محکم قرار دی جائے گی اور حدیث راجحہ یا مرجوحہ کوئی حدیث مضطرب نہیں ہوگی البتہ جو مرجوحہ ہوگی اسے شاذ یا منکر قرار دیا جائے گا (تدریب الروی فی شرح تقریب النواوی ج ۱ ص ۳۰۸)

اضطراب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سند میں اضطراب

(۲) متن میں اضطراب

(۳) سند ومتن دونوں میں اضطراب۔ (ایضا)

غیر مقلدین جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر تعدد نماز جنازہ والی روایت سے اس کے متعدد ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس روایت کے متن میں اضطراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثانیاً: اُس کی خود حالت یہ کہ اس کی کوئی سند مسند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اس کی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے (فتاوی رضویہ ج۹ ص ۳۰۰)

معنی میں اضطراب کی دوسری مثال:

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اسی اضطراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

''سابعاً اعلان حج کے مقام میں حضرت ابن عباس سے روایتیں مضطرب ہیں۔ بعض میں تو وہی مقام ابراہیم ہے اور بعض میں یہ ہے کہ جبل ابوقبیس پر اعلان حج ہوا چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل ابوقبیس پر چڑھے اور کہا: **اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰہ، و أشهد أن إبراهيم رسول اللّٰه**۔ اے لوگو! مجھے اللہ تعالی نے حکم دیا کہ میں لوگوں میں حج کا اعلان کروں تو تم لوگ اللہ تعالی کی پکار کا جواب دو''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۸ ص ۲۸۱)

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی ثقہ راوی نے دوسرے راویوں کے برخلاف کچھ اضافہ کر دیا تو حدیث مضطرب قرار پائے گی حالاں کہ ایسا نہیں کیوں کہ محض اضافہ ثقہ کے سبب حدیث مضطرب نہیں ہوتی اس کی مزید وضاحت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''نفحہ ۵: امام زہری کے اکثر شاگردوں نے حدیث میں ''**علی باب المسجد**'' اور ''**بین یدیه**'' کا ذکر نہیں کیا ہے ان دونوں ٹکڑوں کا ذکر صرف ابن اسحق نے کیا ہے جو ایک ثقہ روای کا اضافہ ہے اور اس کا قبول کرنا واجب ہے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ''**بین یدیه**'' کو تسلیم کیا جائے اور ''**علی باب المسجد**'' کو ترک کر دیا جائے اور اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ابن اسحق کے اس اضافہ کو اس وجہ سے ترک کیا جائے کہ صرف ابن اسحاق اس کے راوی ہیں اوروں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور اسی بنا پر اس اضافہ کو ان کی ثقہ راویوں کی مخالفت قرار دیا جائے اور حدیث کو مضطرب قرار دیا جا

ئے اگر یہ ظلم روا رکھا جائے تو چند معدود اور مختصر روایتیں ہی اضطراب سے محفوظ رہیں گی کیونکہ کون حدیث ہے جو دو یا دو سے زائد طریقوں سے مروی نہیں اور ہر طریقہ روایت کے متن میں کچھ ایسا حصہ بھی ضرور ہے جو دوسرے میں نہیں، شاید ہی ایسا ہوگا کہ دونوں روایتوں کے الفاظ بالکلیہ یکساں اور برابر ہوں اور نادر کا کیا اعتبار''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۸ ص ۹۳)

حدیث مضطرب کا حکم:

حدیث مضطرب کا حکم کیا ہے صحیح ہے یا حسن، موضوع ہے یا ضعیف، حضور اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اس حدیث کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں''۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۵۰)

اس کے بعد اپنے اس دعوی کو خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے قول سے تقویت دیتے ہیں:

''مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں''۔(التعقبات علی الموضوعات فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۵۰)

ان کے علاوہ مزید اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے ۔مثلاً(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۴۴، ج ۵ ص ۲۱۶، ج ۱۱ ص ۳۶۱، ج ۲۵ ص ۶۷ وغیرھم)

النوع العشرون، مدرج:

تعریف: حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث مدرج اس طور سے ہوتی ہے کہ راوی

حدیث کے بعد اپنا یا کسی اور کا کلام ذکر کرے تو اس کے بعد کا راوی اس کلام کو متصلا بیان کر کرے جس کی وجہ سے یہ گمان ہو کہ یہ غیر کا کلام بھی حدیث ہی ہے (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۱ ص ۳۱۴)

حدیث مدرج کا حکم:

بعض متشددین یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث مدرج موضوع حدیث کے قبیل سے ہے مگر ان کی سمجھ غلط اور محدثین کی آرا کے خلاف ہے کیوں کہ محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث مدرج موضوع نہیں بلکہ ضعیف کے قبیل سے ہے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے حالاں کہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے''۔اس کے بعد خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے قول سے اپنے قول کی تائید پیش کرتے ہیں:

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو، اس سے تمہارے دلوں کو حلاوت ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے: حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنا دیا ہو۔انتہی اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے، موضوع نہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۴۵۱)

حدیث مدرج کی مثال:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے حدیث مدرج کی مثال بخوبی واضح ہوجاتی ہے:

''تنبیہ: اس میں شک نہیں کہ اس قول: اور عقیل وارث ہوا ابوطالب کا حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول وکان عقیل بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے، ممکن ہے یہ ادراج وادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔ کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا، اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۹ ص ۶۸۱)

مزید حدیث مدرج کی مثال اس جگہ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۱ ص ۱۴۴)

النوع الحادی والعشرون، موضوع:

تعریف: موضوع حدیث کی تعریف اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ ''علوم الحدیث'' اور ''التقریب'' کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''**الموضوع هو المختلق المصنوع**''۔ (تقریب النوواى) یعنی موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔

اِرشاد الساری کے حوالے لکھتے ہیں:

''موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی

کہتے ہیں''۔(ارشادالساری شرح صحیح البخاری، ج۱ص ۱۳،فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص ۵۸۷)

ثبوت وضع کے طریقے:

حدیث کا موضوع ہونا محض سند نہ ہونے یا راوی کے ضعیف یا شدید ضعیف ہونے یا اس طرح کے دوسرے ضعف کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین''''میں فرماتے ہیں: کسی حدیث کا موضوع ہونا درج ذیل پندرہ طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱)اس روایت کا مضمون قرآن عظیم۔

(۲) یا سنت متواترہ۔

(۳) یا اجماع قطعی (تینوں) قطعیات الدلالہ۔

(۴) یا عقل صریح۔

(۵) یا حسن صحیح۔

(۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلواۃ اللہ علیہ سے معقول نہ ہو۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہونچے اوران میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور و مستفیض ہو جاتی ہے،مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پہ نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور

اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنھیں سمع، دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث
''**لَحْمُكَ لَحْمِي وَدَمُكَ دَمِي**''

أقولُ: انصافا یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثیں وضع کیں **كما نص عليه الحافظ أبو يعلى و الحافظ الخليلي في الارشاد** یوں ہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ میں حدیثیں گڑھیں **كما أرشد اليه الامام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى**۔

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع یا غضب وغیرہ کے باعث گڑھ کر پیش کردی۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت **جناح** اور حدیث **ذم معلمین اطفال**۔

(۱۴) یا تم یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا

کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلّہ حفاظ وائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کرے جو بمنزلہ اقرار ہو مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۶۰-۴۶۲)

مندرجہ بالا باتوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم مگر اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کا یہ کلام ان باتوں کی اہمیت میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اعلی حضرت فرماتے ہیں:

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں، **ولو بسطنا المقال على كل صورة لطال الكلام وتقاصي المرام ولسنا هنالك بصدد ذلك**۔ (فتاوی رضویہ ج ۳ ص: ۳۹۷/ ۳۹۸ مطبوعہ دہلی انڈیا)

موضوعیت کا حکم اور مذاہب محدثین:

اگر مندرجہ بالا باتوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو کیا کوئی دوسری گنجائش ہے جس کی بنا پر حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جا سکے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث کا راوی متہم بالکذب یا صرف کذاب حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہو تو حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے کی گنجائش ہے بلکہ ضروری ہے حالاں کہ ایسا نہیں بلکہ اس میں قدر تفصیل ہے اس تفصیل کو اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی ناقدانہ و محدثانہ گفتگو کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

''**ثم أقول**: رہا یہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محقق:

یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگر چہ راوی وضاع، کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو امام سخاوی نے فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا فرماتے ہیں: **مجرد تفرد الكذاب بل الوضاع و لوكان بعد الاستقصاء فى التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلك بل لابد معه من انضمام شيئ مماسيأتی**۔ (فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث، ج۱ ص ۲۹۷) یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں متبحر اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور با اینہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ در بارہ **اتخاذ وجاج** کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا پھر فرمایا: **و الظاهر أن الحديث ضعيف لاموضوع** یعنی ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں (الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص۳۳۸)

حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابنِ حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالی عنہ سے موضوعات روایت کرتا ولہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے ''**قولِ مسدد**'' پھر خاتم الحفاظ نے ''**لآلی**'' میں فرمایا: **هذا الحديث فی فضائل الأعمال و التحريض على الرباط، و ليس فيه مايحيله الشرع و لا العقل فالحكم عليه بالبطلان بمجرد**

کونہ من روایۃ أبی عقال لایتجہ، و طریقۃ الإمام أحمد معروفۃ فی التسامح فی أحادیث الفضائل دون أحادیث الأحکام ۔

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت) یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع:

جس سے عمداً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اُس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو یہ مسلک امام الشان وغیرہ علما کا ہے۔

نخبہ ونزھہ میں فرماتے ہیں: **الطعن إما أن یکون لکذب الراوی بأن یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و سلم متعمدا لذلک أو تھمتہ بذلک، الأول ھو الموضوع، والحکم علیہ بالوضع إنما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع إذ قد یصدق الکذوب، والثانی ھو المتروک اھ ملتقطا ۔**

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔

پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ

بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے۔

اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔(شرح نخبۃ الفکر معہ نزھۃ النظر، ص ۵۴ تا ۵۹)

یہی امام کتاب ''**الإصابة فی تمییز الصحابة**'' میں حدیث: ''**إن الشیطان یحب الحمرة فإیاکم والحمرة وکل ثوب فیه شهرة**'' شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الأباطیل: هذا حدیث باطل و إسناده منقطع، کذا قال، وقوله باطل: مردود؛ فإن أبابکر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر وإن زاد فی السند رجلا، فغایته أن المتن ضعیف أما حکمه بالوضع فمردود۔ (الإصابة فی تمییز الصحابة، ج ۱ ص ۵۰۰)

جوزقانی نے کتاب ''الاباطیل'' میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت کی اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔(فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۴۶۲-۴۶۴)

پھر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اس مذہب کے متعلق دوسرے علما و ناقدین کے اقوال پیش کرنے کے بعد امام مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو اسی مذہب کی تائید میں پیش کرتے ہیں:

''امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ **إن هذه الحكاية كذب علىٰ مالك**'' (اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے) علامہ زرقانی نے اُس کے رَد میں فرمایا: **هذا تهوّر عجيب، فإن الحكاية رواها أبو الحسن علی بن فهر فی كتابه فضائل مالك بإسناد لابأس به، و أخرجها القاضی عياض فی الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن أين أنهاكذب و ليس فی إسنادها وضاع ولاكذاب**'' ۔
(شرح الزرقانی علی المواہب، ج ۸ ص ۳۴۸)

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر نے اپنی کتاب ''فضائلِ مالک'' میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفا میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذّاب (ت)۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۶۵)

(۳) بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ

اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

افادہ دوم میں امام زرکشی وامام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔

افادہ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔

افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطاء، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے نیز تعقبات میں ہے: **حديث فيه حسن بن فرقد ليس بشيء قلت لم يتهم بكذب و أكثر مافيه أن الحديث ضعيف**"۔ (التعقبات علی الموضوعات) اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شی نہیں میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ مزید دیگر اقوال سے اپنی بات کو اس مذہب کے متعلق مضبوط کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط **واللّٰه الهادی وعليه اعتمادی**"۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۵ ص ۴۶۸)

مذاہب میں احوط مذہب:

احوط واقوی پہلا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ جب تک پندرہ اسباب وضع میں سے کوئی

ایک سبب نہ پایا جائے اس وقت تک حدیث کے موضوع ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا اسی کو امام سخاوی رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے اور یہی مذہب قوی تر ہے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اس پہلے مذہب کی تائید وتوثیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں بیان کیا ہے وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں اور ایک دوسری جماعت جس میں سے خاتم الحفاظ بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ موضوع وہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ''شدید الضعف'' کے مساوی قرار دیا ہے۔ امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذّاب یا وضّاع اس روایت میں متفرد ہو جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۵۳۴)

مزید اسی توثیق وتائید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع، اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی واقرب بصواب ہے۔ افادہ دہم میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث وحکم عقل اس

کی تقویت کا ایما کیا۔

والاٰن أقول: یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی اس پر پُوچھا گیا فرمایا اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی''۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۵ ص۵۸۶)

سند واحد کے اعتبار سے موضوع یا ضعیف:

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ناقدین حدیث کو موضوع یا ضعیف کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث مذکورہ سند کے اعتبار سے موضوع یا ضعیف ہے نہ یہ کہ یہ حدیث اپنے جمیع سند کے اعتبار سے موضوع یا ضعیف ہے مگر ناواقف اور کلام ناقدین کو سمجھنے سے عاری لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ناقد و محقق نے جس حدیث کو موضوع یا ضعیف کہہ دیا تو وہ حدیث موضوع یا ضعیف ہی رہے گی خواہ وہ حدیث دیگر سند کے اعتبار سے صحیح یا حسن ہی کیوں نہ ہو۔

امام اہلسنت نے اسی کج روی کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ (۱۵) دلائل سے منزّہ ہو محدّث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اس کے پیش نظر ہے بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی

حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل، حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کو حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے ناواقفوں کی فہم سخیف ہے''۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۴۶۸)

پھر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے اس قول کو محدثین و ناقدین کے اقوال سے مزین فرماتے ہیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابراہیم بن موسیٰ لمروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث: ''**طلب العلم فريضة**'' کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے''۔ (میزان الاعتدال، ذہبی رحمہ اللہ، ترجمۃ: ابراہیم بن موسیٰ المروزی، ج ا ص ۶۹)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری کے حوالہ سے ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ''۔ (**الأسرار المرفوعه فی الأخبار الموضوعة الدافع للمؤلف لتالیف هٰذا المختصر ، ص ۴۵-۴۶**)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لیے مزید ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور سنیے حدیث: **''صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک''** (مسند احمد بن حنبل، ج۶ ص ۲۷۲) یعنی مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستّر ۷۰ نمازوں سے بہتر ہے۔ ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید وصحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیا نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ وحارث بن ابی اسامہ وابویعلی وابن عدی وبزار وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم اجلّہ محدثین نے بطریق عدیدہ واسانید متنوعہ احادیث اُمّ المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، بااینہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا۔

علّامہ شمس الدین سخاوی ''مقاصد حسنہ'' میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

''قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین أنه حدیث باطل، ھو بالنسبة لماوقع له من طرقه''۔ (المقاصد الحسنۃ، ص ۲۶۳) یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا ''کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی'' ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں اقل درجہ حسن ثابت ہے''۔ (فتاوی رضویہ ج۵ ص۴۶۹)

کتب موضوعات کی حقیقت:

بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث اگر کتب موضوعات میں مذکور ہے تو وہ حدیث موضوع ہے حالاں کہ اگر تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ اس کے متعلق کتابیں دو طرح کی ہیں:

اول وہ جن میں صرف موضوع احادیث کو ذکر کرنے کا التزام کیا گیا اگر مصنف

نے موضوعیت کی نفی نہ کی ہوتو اس کتاب میں ذکر کردہ حدیث مصنف کے نزدیک موضوع ہوگی مگر اس سے قطعا یہ لازم نہیں کہ وہ حدیث ہر ایک کے نزدیک موضوع ہو۔

دوم وہ کتابیں جو دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق کے لیے تصنیف کی گئیں ایسی کتابوں میں ذکر کی گئی حدیث خود مصنف کے نزدیک موضوع نہیں ہوگی جب تک کہ اس میں ذکر کردہ حدیث کے موضوع ہونے کی صراحت نہ کردے چہ جائے کہ اس میں ذکر کردہ حدیث دوسروں کے نزدیک موضوع ہے مگر دور حاضر میں بے علمی اور تشدد و تعنت کا عجیب حال ہے پہلی قسم تو پہلی قسم دوسری قسم کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں موجود ہے اس لیے حدیث موضوع ہے۔

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اسی خاص نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''**أقول**: کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں: ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعاتِ ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنّف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنّف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین

نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح وتقریب امام نووی والفیہ امام عراقی وفتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح وروشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی (۸۴) حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام احمد (۳۸) صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر (۱) صحیح مسلم شریف (۱) سنن ابی داؤد (۴) جامع ترمذی (۲۳) سنن نسائی (۱) سنن ابن ماجہ (۱۶) دوم وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح 'خطبہ مضوعہ' میں فرماتے ہیں:

''ابن الجوزی أکثر من إخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کمانبه علی ذلک الأئمة الحفاظ وطال مااختلج فی ضمیری انتقاؤه وانتقاده فأورد الحدیث ثم أعقب بکلامه ثم إن کان متعقبا نبهت علیه اه ملخصا''۔(اللآلی المضوعة فی الأحادیث الموضوعة، ج۱ص۲)

ابن جوزی نے کتاب ''موضوعات'' میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کا حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں : **و إذ قد أتينا على جميع مافي كتابه فنشرع الآن في الزيادات عليه، فمنها مايقطع بوضعه ومنها مانص حافظ على وضعه ولي فيه نظر فأذكره لينظر فيه**"۔(**اللآلی المضوعة فی الأحاديث الموضوعة**، ج۱ص۲۵۱)

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لئے ذکر کروں گا۔

پرظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایرادموضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "**لا يصح**" یا"**لم يثبت**" یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہُوا اور اگر"رفعہ" کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہُوا وعلی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لایخفی۔شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّی بہ فوائدِ مجموعہ بھی اسی قسمِ ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنٰی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضُعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہلِ تشدّد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رَد کی طرف اشارہ ہوجائے عبارت اُس کی یہ ہے:

"**وقد أذكر مالا يصح إطلاق اسم الموضوع عليه بل غاية مافيه أنه ضعيف**

بمرة وقديكون ضعيفا ضعفاً خفيفاً، وقديكون أعلى من ذلك والحاصل على ذكر ماكان هٰكذا، التنبيه على أنه قدعد ذلك بعض المصنفين موضوعات كابن الجوزى فإنه تساهل فى موضوعاته حتى ذكر فيها ماهو صحيح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعيف و قد تعقبه السيوطى بمافيه كفاية، وقد أشرت إلى تعقبات۔۔الخ"۔(الفوائدالمجموعۃ،ص ۴)

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔حتی کہ صحیح روایات کوموضوعات میں ذکر کردیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں کرتا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے۔

تنبیہ: ہر چند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر ازانجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں

صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ وہابیوں کے امام شوکانی کی ناقص فہم پر متنبہ کرتے ہوئے ایک اہم امر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

''لطیفہ: **أقول**: حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور ناکافی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں: ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفا وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں، جیسے کامل ومیزان وغیرہما، وقسم **:جعلوا مصنفاتهم مختصة بالأحاديث الموضوعة** (فواعد مجموعہ، شوکانی) دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما۔

اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل۔

ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا: **المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الألسنة** (یعنی مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث: **آیة المنافق ثلث متفق علیه** (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری ومسلم) وہیں

ساتویں حدیث ہے حدیث: **ابدأ بنفسک، مسلم فی الزکٰوۃ من صحیحہ** (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکٰوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے) طرفہ یہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی، سبحان اللہ! کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات اسی فہم پر ابوحنیفہ و شافعی سے دعوی مساوات **و لاحول و لاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم**''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۵۴۸-۵۵۱)

امام ابن عراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول: موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدمِ وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے ''**لایصح**'' کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لئے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے ''نخبۃ الفکر'' میں اسے متروک کا نام دیا ہے موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔'' (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، ج۱ ص۱۴۰)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اس قول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے **لا یصح** وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہہ حجت شرعی ہے۔

أقول: زرکشی کے الفاظ ''**خص هذا**'' میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذاب راوی کا طعن ہو اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لئے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لئے جو واحد و بلند ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۵۹۳)

اس کے بعد تنزیہ الشریعۃ کی عبارت سے ایک اہم نکتہ اخذ کر کے اس پر متنبہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر **لا یصح** وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اُس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہُوئی صرف احتمال درج کتاب کیا **فافهم فلعله حسن وجيه ولم أره لغيره فليحفظ** اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔'' (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۵۹۴)

موضوع حدیث کی مثال:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ موضوع ومن گھڑت حدیث کوضعیف قرار دے کراس پر خود عمل کرتے ہیں اوراپنے ماننے والوں کوبھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں یہ سراسر بہتان وافترا ہے حقیقت میں اس طرح کی ہفوات صرف اس وجہ سے ہے کہ ایسے لوگ امام اہلسنت اعلی حضرت کی دقت نظری کو سمجھے ہی نہیں اور شاید کبھی سمجھ بھی نہ پائیں کیوں کہ اجلہ علماومحدثین کی باتوں کوسمجھنے کے لیے علم کے ساتھ ساتھ توفیق الہی بھی چاہیے اور یہ قسمت والوں ہی کوملتی ہے اس افترا سے ہمارے امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی ذات بالکل بری و پاک وصاف ہے اس دعوی پر آپ کی طرف سے حدیث موضوع کوموضوع ومن گھڑت قرار دینا یہ بذات خود دلیل بین اور واضح ثبوت ہے یہاں پر دو چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ احادیث موضوعہ میں اعلی حضرت کا احتیاط روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے:

پہلی مثال:

سوال: ’’ایک واعظ نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواب عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ کو اٹھاؤں۔آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا۔حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا،کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمار ہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے؟

الجواب یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر۔ واللہ تعالٰی اعلم''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۱۴ ص ۳۰۸)

دوسری مثال:

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ جو عوام میں بنام حدیث مشہور ہے کہ **ذابح البقر وقاطع الشجر** جنت میں نہ جائے گا محض غلط ہے''۔ (فتاوی رضویہ شریف مترجم، ج ۲۳ ص ۵۳۹)

اسی روایت کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ جو حدیث لوگوں نے دربارہ **ذابح بقر وقاطع شجر** بنارکھی ہے محض باطل وموضوع ہے''۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۰ ص ۲۵۰)

تیسری مثال:

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حقہ نوشی کے خلاف حدیث گڑھنے والوں کا رد اور حدیث کے موضوع ہونے پر متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشّف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوی باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے

بناتے ہیں، میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ: **من شرب الدخان فکأنما شرب دم الأنبیاء**۔جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔اوردوسری حدیث یوں تراشی :**من شرب الدخان فکأنما زنی بأمّه فی الکعبة**۔جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظّمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔**إنّا اللّٰه و إنّا إلیه راجعون** (بیشک ہم اللہ تعالی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) جہل بھی کیا بد بلا ہے خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے۔مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اورحدیث متواتر:''**من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوأ مقعده من النار**'' کا اصلاً دھیان نہ لایا ،حضورﷺ فرماتے ہیں : جومجھ پرجان بوجھ کرجھوٹ باندھے اپناٹھکانہ جہنم بنالے''۔(فتاوی رضویہ مترجم،ج ۲۵ ص ۸۳)

اس کی مزید مثال امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی کتاب: فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۲ ص ۴۹۷ کے علاوہ متعدد جگہوں پر دیکھی جاسکتی ہے۔

المختصر: امام اہلسنت موضوع حدیث کی تشریح جلیل فرما کر اس حوالہ احتیاط برتنے میں کس قدر حساس تھے آپ کی نگارشات شاہد ہیں۔

النوع الثالث والعشرون، صفة من تقبل روایته:

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے مجہول راوی کی حدیث قبول ہونے اور نہ ہونے کے متعلق متعدد مقامات پر گفتگو کی ہے اور ہر جگہ اپنی گفتگو کو علمائے ربانیین کے اقوال وآرا سے مزین فرمایا یہاں پر مجہول کی تینوں اقسام امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی علمی گفتگو پیش خدمت ہے:

''مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔ **وهذا على نزاع فيه؛ فإن من العلماء من نفى الجهالة برواية واحد معتمد مطلقا أو إذاكان لايروى إلا عن عدل عنده،كيحيى بن سعيد القطان و عبد الرحمن بن مهدى و الإمام أحمد فى مسنده، و هناك أقوال أخر۔**

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں، **وقديطلق على مايشمل المستور** یعنی کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔

تینوں اقسام کا حکم: قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔ فتح المغیث میں ہے: **قبله أبوحنيفة خلافا للشافعى** امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اسے قبول کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ج ۲ ص ۵۲)

امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے، **قاله فى شرح المهذب، ذكره فى التدريب ،وكذلك مال إلى اختياره الإمام أبوعمرو بن الصلاح فى مقدمته، حيث قال**

فی المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين: ويشبه أن يكون العمل على هذا الرأى فى كثير من كتب الحديث المشهورة فى غير واحد من الرواة الذين تقادم العهد بهم وتعذرت الخبرة الباطنة بهم۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا انہوں نے تیسویں (۳۰) نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پُرانا ہے اوران کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (مقدمۃ ابن الصلاح، ص ۱۵۳)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجّت جانتے، جمہور مورثِ ضعف مانتے ہیں، امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا اهل يقبل المجهول — وهو على ثلثة مجعول
مجهول عين من له راو فقط — وردّه الاكثر والقسم الوسط
مجهول حال باطن وظاهر — وحكمه الردلدى الجماهر
الثالث المجهول للعدالة — فى باطن فقط فقدرأى له
حجية بعض من منع ماقبله — منهم سليم فقطع

یعنی مجہول کے بارے میں علماے حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائیگا یانہیں؟ اس کی تین قسام ہیں:

مجہول العین: جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔

اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں

ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے۔

تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہوا سے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ (ألفیۃ فی أصول الحدیث مع فتح المغیث، ج ۲ ص ۴۳)

اسی طرح تقریب النووی وتدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

"المجھول أقسام مجھول العدالة ظاھراً و باطنا، و مجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا و ھو المستور، و مجھول العین، فأما الأول فالجمھور علی أنه لایحتج به، و أمّا الآخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین"۔

مجہول کی کئی اقسام ہیں ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو اور یہ مستور ہے اور تیسری قسم مجہول العین ہے۔ پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (**مقدمة للإمام النووی من شرح صحیح مسلم**، ص ۱۷)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابو طالب مکّی قدس سرّہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب" کی فصل اکتیس میں فرماتے ہیں:

"بعض مایضعف به رواة الحدیث و تعلل به أحادیثھم، لایکون تعلیلا و لاجرحاً عند الفقھاء و لا عند العلماء باللّٰه تعالٰی مثل أن یکون الراوی مجھولا،

لإيثاره الخمول وقد ندب إليه، أو لقلة الأتباع له إذ لم يقم لهم الأثرة عنه"۔

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے فقہا وعلما کے نزدیک باعث ضعف وجرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔ (قوت القلوب، ج۱ ص۱۷۷، فتاوی رضویہ، ج۵ ص۴۴۳-۴۴۵)

مجہول راوی کی حدیث کا حکم:

بعض متشددین کا عجیب حال ہے کہ اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی مجہول ہوتا ہے تو محض اس مجہول راوی کی بنا پر حدیث کو موضوع کہہ دیتے ہیں حالاں کہ اس کی وجہ سے اگر حدیث پر کوئی اثر ہوگا تو صرف اتنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے وبس، اسی بے جا تشدد کا رد کرتے ہوئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''افادہ دوم: (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۴۴۳)

پھر مذکورہ بالا اقسام مجہول اور ان کے قبول وعدم قبول کے بارے میں کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل ومجعول ہو۔

بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علما نے فوراً ردو ابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ مولانا علی قاری ''رسالہ فضائل نصف شعبان'' میں فرماتے ہیں:

''جهالة بعض الرواة لاتقتضى كون الحديث موضوعاً وكذا نكارة الألفاظ، فينبغى أن يحكم عليه بأنه ضعيف، ثم يعمل بالضعيف فى فضائل الأعمال''۔

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو ہاں ضعیف کہو پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ،ج ۵ ص ۴۴۸)

اس کے بعد دیگر محدثین کے اقوال سے اپنی بات کو مزید مضبوط کرنے کے بعد امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلی ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالی اعلم''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۴۸)

بدعتی کی روایت کا حکم:

اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف بلاتا نہ ہو اور نہ ہی اس کی تبلیغ کرنے کی کوشش کرتا ہو تو ایسے بدعتی کی روایت کردہ حدیث قبول کی جائے گی خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف بلاتا نہیں ہے تو اس کی حدیث سے احتجاج کیا جائے گا اور اگر اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہے تو اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا کیوں کہ اپنی بدعت کی تزئین کاری کبھی اسے روایات کو اپنے مذہب کے مطابق تحریف کرنے پر ابھارے گا یہ قول زیادہ ظاہر ومعتدل ہے یہی اکثر علما کا مذہب ہے''۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج۸ ص ۱۳۵)

بعض احمق اور علم حدیث سے نابلد لوگوں نے جب رمی بالتشیع کی جرح کی وجہ سے راوی محمد بن اسحاق کی حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی بلکہ محض تشیع کی وجہ سے ان پر رفض کا حکم لگایا تو امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے محدثین کی آرا اور اقوال علما کی روشنی میں تشیع و رفض اور شیعی و رمی بالتشیع کے فرق کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ بدعتی کے متعلق اسی معتدل حکم کی طرف بھی اشارہ فرمایا:

''نفحہ ۲: تقریب کے قول: ان پر تشیع کی تہمت لگائی گئی ہے، سے دھوکا کھا کر ان پر رفض کا عیب لگانا بد بودار جہالت ہے رفض و تشیع میں زمین و آسمان کا فرق ہے بسا اوقات لفظ تشیع کا اطلاق حضرت مولا علی کو عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہم پر فضیلت دینے پر ہوتا ہے جبکہ یہ ائمہ بالخصوص اعلام کوفہ کا مذہب ہے۔ صاحب تقریب نے خود بھی ''ہدی الساری'' میں فرمایا: تشیع حضرت علی کی صحابہ سے زائد محبت کا نام ہے تو اگر کوئی آپ کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے تو وہ غالی شیعہ ہے اور اس کے ساتھ گالی اور بغض کا اظہار کرے تو غالی رافضی ہے۔ اور اس کی پوری تحقیق ہماری تحریرات حدیثیہ میں ہے۔ (تقریب التہذیب، حافظ الشان ابن حجر رحمہ اللہ، ترجمہ: محمد بن اسحاق، ج۲ ص ۵۴، ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری، حافظ الشان ابن حجر رحمہ اللہ، ج۲ ص ۲۳۱)

وفی المقاصد للعلامة التفتازانی: الأفضلیة عندنا بترتیب الخلافة مع تردد فیما بین عثمان وعلی رضی اللّٰہ تعالی عنہما۔

مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے: ہمارے نزدیک خلفائے اربعہ میں فضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے، حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالی عنہما میں تردد کے ساتھ۔ (المقاصد علی ہامش شرح المقاصد، ج ۲ ص ۲۹۸)

وفی شرحہ لہ: قال أھل السنة الأفضل أبو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وقد مال بعض منھم إلی تفضیل علیّ علی عثمان رضی اللّٰہ تعالی عنھما والبعض إلی التوقف فیما بینھما۔اھ۔

شرح مقاصد للتفتازانی میں ہے: اہل سنت نے کہا کہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی اور بعض حضرت علی کو عثمان سے افضل مانتے ہیں رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور بعض ان دونوں کے درمیان توقف کے قائل ہیں۔ (شرح المقاصد، امام تفتازانی رحمہ اللہ، ج ۲ ص ۲۹۸، ط)

وفی الصواعق للإمام ابن حجر: جزم الکوفیون ومنھم سفیان الثوری بتفضیل علیٍ علی عثمان وقیل: بالوقف عن التفاضل بینھما وھو روایة عن مالک۔اھ۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی صواعق محرقہ میں ہے: ائمہ کوفہ (انہیں میں سفیان ثوری ہیں) نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر بالیقین افضل گردانا اور امام مالک وغیرہ سے توقف مروی ہے۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۷۵، ط)

وفی تھذیب التھذیب فی ترجمة الإمام الأعمش: کان فیه تشیع۔اھ۔

تہذیب التہذیب میں حضرت امام اعمش کے حالات میں تحریر ہے کہ ان میں تشیع تھا(تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۱۱۰)

و فی شرح الفقه الأکبر لعلی قاری: روی عن أبی حنیفة تفضیل علی علٰی عثمان رضی اللّٰه تعالی عنهما و الصحیح ما علیه جمهور أهل السنة و هو ظاهر من قول أبی حنیفة رضی اللّٰه تعالی عنه علی مارتبه هنا وفق مراتب الخلافة۔ اھ۔

اور امام علی قاری رحمہ اللہ کی ''شرح فقہ اکبر'' ہے: حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت عثمان غنی پر حضرت علی کی فضیلت مروی ہے (رضی اللہ تعالی عنہما) لیکن صحیح وہی ہے جس پر جمہور اہل سنت ہیں اور فقہ اکبر میں اس کو ترتیب خلافت کے موافق رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ کا قول بھی ہے۔(**منح الروض الأزهر شرح الفقه الأکبر**، ص ۱۸۷)

''ثم لا یذهب عنک الفرق بین شیعی و رمی بالتشیع وکم فی الصحیحین ممن رمی به و قد عد فی هدی الساری عشرین منهم فی مسانید صحیح البخاری فضلا عن تعلیقاته، بل فیه مثل عباد بن یعقوب رافضی جلد ثم الشبهة لا قیمة لها رأسا فکم فی الصحیحین ممن رمی بأنواع البدع و قد تقرر عندهم أن المبتدع تقبل روایة إذا لم یکن داعیة۔

پھر لفظ شیعی اور رمی بالتشیع کا فرق بھی ملحوظ رہنا چاہیے۔ بخاری کے کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن پر تشیع کا الزام ہے۔''ہدی الساری'' میں ایسی بیس سندوں کی تفصیل ہے جو خاص مسانید بخاری میں ہیں تعلیقات کا تو ذکر ہی الگ رہا بلکہ رواۃ بخاری میں عباد بن یعقوب جیسا رافضی ہے جس پر کوڑے کی حد جاری کی گئی تھی اور جرح میں

شبہہ کی تو کوئی اہمیت نہیں خود بخاری و مسلم میں بہت سے راوی ہیں جن پر مختلف بدعات کا شبہہ کیا گیا اور اصول محدثین کی رو سے خود بدعتی بھی اپنے مذہب نامہذب کا داعی و مبلغ نہ ہو تو اس کی روایت مقبول ہے''۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۲۸ص۷۷۔۸۱)

مراتب جرح وتعدیل:

ایسا غافل راوی جو دوسرے کی تلقین قبول کرے اس کی بھی حدیث موضوع نہیں قرار دی جائے گی۔امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ اس حکم کو بیان کرنے کے بعد حافظ الشان امام ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کردہ مراتب جرح بنام اسباب طعن ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) کذب: کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر افترا کرے

(۲) تہمت: کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

(۳) کثرت غلط

(۴) غفلت

(۵) فسق

(۶) وہم

(۷) مخالفتِ ثقات

(۸) جہالت

(۹) بدعت

(۱۰) سُوءِ حفظ۔ (دسوں کی تعریف اول کتاب میں مذکور ہے)

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے:

حیث قال: الطعن یکون بعشرۃ أشیاء بعضھا أشد فی القدح من بعض وترتیبھا علی الأشد فالأشد فی موجب الرد۔اھ ملخصا۔

فرمایا: اسباب طعن دس اشیا ہیں بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور موجب رد میں ان کی ترتیب اشد فالاشد کے اعتبار سے ہے اھ ملخصا (شرح نخبۃ الفکر، ص ۵۴)

نیز اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ امام نواوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے حدیث نقل کرنے والے مقبول، متروک اور مختلف فیہ طبقات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امام نووی'' مقدمہ منہاج'' میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلٰث مقبولۃ، و ثلٰث متروکۃ و السابعۃ مختلف فیھا (إلی قولہ) السابعۃ قوم مجھولون انفردوا بروایات، لم یتابعوا علیھا، فقبلھم قوم، ووقفھم اُخرون۔

ناقلین کے سات درجات ہیں تین مقبول، تین متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کر لینے میں منفرد ہیں ان کی متابعت کسی نے نہیں کی بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (مقدمہ منہاج، محدث نووی من شرح صحیح مسلم، ص ۱۷، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵ ص ۴۵۳)

النوع الثالث والثلاثون، المسلسل:

تعریف: وہ حدیث ہے جس کے اسناد کے رجال ایک ہی صفت یا ایک ہی حالت

میں حدیث روایت کریں یہ حالت وصفت کبھی راوی اور کبھی روایت کی ہوگی۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۲ ص ۶۴۰)

مسلسل احادیث کی مثالیں:

رایوں کی ایک ہی حالت جیسے حدیث مسلسل بالاضافۃ، علمائے کرام اور محدثین عظام جس سے روایت لینی ہے پہلے اس کی ضیافت کرتے پھر اس کے بعد اس سے حدیث لیتے اسی طرح ہر راوی اپنے سابق راوی کے ساتھ کرتا ہے اور حدیث لیتا ہے اس حدیث کو مسلسل بالاضافۃ کہتے ہیں یہ حدیث اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے خود دو طرق سے لی ہے اس کے دیدار سے بھی اپنی آنکھوں کو جلا بخشیں حدیث مسلسل بالاضافہ کے متعلق خود اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کی زبانی مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

''سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافۃ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبد العزیز اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بااینہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر، شیخ شیخانی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے ''ثبت حصر الشارد'' میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں: اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا

نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں۔(ثبت حصر الشارد)

أقول: یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے دو طریق سے پہنچی اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی:

بسنده إلى الإمام أبى الخير شمس الدين محمد بن محمد بن محمد ابن الجزرى بسنده إلى أبى الحسن الصقلى بطريقه إلى القداح عن الإمام جعفر الصادق عن آبائه الكرام عن أمير المؤمنين على كرم اللّٰه تعالىٰ وجوههم عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔

انہیں کی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوھھم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری، بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی:

بسنده إلى أبى الحسن إلى القداح إلى أمير المؤمنين عن النبى ﷺ۔

انہیں کی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج۵ ص۵۶۸)

اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث ''**مسلسل بالاضافة**'' کا متن ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسی (پانی کے سیاہ رنگ کے) سلسلہ میں ایک حدیث جو مسلسل بالاضافت ہے

سفطی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ کہ: ''ہم کئی راتیں بسر کرتے درانحالیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجروں میں آگ روشن نہ ہوتی اور (وہ خوراک) صرف دو سیاہ چیزیں پانی اور کھجور تھیں'' کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کھجور کو غالب قرار دے کر پانی کو سیاہ فرمایا کیونکہ کھجور خوراک ہے اور پانی مشروب ہے اور خوراک کو مشروب پر فضیلت ہونے کی وجہ سے کھجور کو پانی پر غلبہ ہے یا اس لئے پانی کو سیاہ فرمایا کہ اس وقت ان کے پانی والے برتن گہرے رنگ دار ہونے کی بنا پر غالب طور پر سیاہ ہوتے تھے اور کہا کہ یہ ساری بحث ہمیں شیخ عیدروس سے حاصل ہوئی اور اس کی ہمارے شیخ نے توثیق بھی کی اور اس طرح ہمارے شیخ امیر کے حاشیہ میں بھی اور ہمارے بعض شیوخ نے فرمایا کہ پانی کا رنگ سیاہ ہے انہوں نے اس حدیث کے ظاہر کو دلیل بنایا ہے۔ لیکن پہلی توجیہ ہی صحیح ہے غور کر واھ'' (فتاوی رضویہ مترجم ج ۳ ص ۲۴۳)

راویوں کی ایک ہی صفت جیسے سب راوی کوفی یا مصری ہوں اس کی مثال امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں اسمٰعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے عتبہ بن فرقد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نبیذ کا مشروب منگوایا یا جو سرکہ ہونے کے قریب تھا اور فرمایا: پیو، میں نے اس کو لے کر پیا تو مجھے کچھ خوشگوار نہ لگا پھر آپ نے اس کو لے کر پیا اور فرمایا اے عتبہ! ہم یہ سخت نبیذ اس لئے پیتے ہیں کہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی ایذا رسانی کو ختم کرے۔ (المصنف،

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ج ۸ ص ۱۴۲)

میں کہتا ہوں کہ یہ اسمٰعیل وہی ہیں جو امام حافظ ہیں ان کی بزرگی پر اتفاق ہے احمسی، کوفی، ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے رجال اور حفاظ تابعین میں سے ہیں۔ اور قیس مجہول نہیں وہ امام، ثقہ، حافظ جلیل، مخضرم، کوفی، صحاح ستہ کے رجال اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ اور عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالی عنہ صحابی ہیں جو کوفہ میں قیام پذیر ہوئے پس حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے جس کے راوی ابوبکر سے لے کر آخر سند تک مسلسل کوفی ہیں۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۵ ص ۱۳۳)

شروع اسناد سے اخیر تک روایت کی صفت ایک ہی جیسی ہو جیسے ہر راوی **سعمت فلانا یاأخبرنافلان** وغیرہ سے روایت کرے (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۲ ص ۶۴۲)

النوع الخامس والثلاثون، مصحف:

تعریف: خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حدیث مصحف کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مصحف کی معرفت اہم فن کی حیثیت رکھتی ہے اسے حفاظ کرام ہی جانتے ہیں انہیں میں سے امام دارقطنی رحمہ اللہ ہیں آپ کی اس فن میں ایک مفید تصنیف بھی ہے کبھی تصحیف لفظ تو کبھی معنی اور کبھی تصحیف بصر تو کبھی تصحیف سمع سے ہوتی ہے اور یہ تصحیف یکساں اسناد و متن دونوں میں پائی جاتی ہے"۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۲ ص ۶۴۸)

سند میں تصحیف کی مثال:

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ حدیث اور حدیث کی سند ذکر

کرنے کے بعد اس کی سند میں جو تصحیف واقع ہوئی ہے اس پر متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حدیث ۳۴۸۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: ''**أعطيت قريش مالم يعط الناس**''۔ (کنز العمال، ج ۱۲ ص ۲۴)

رواه الحسن بن سفيان فى مسنده، أبونعيم فى معرفة الصحابة عن الحليس رضى االلّٰه تعالٰى عنه، و نعيم بن حماد عن أبى الزاهرية مرسلا وصله الديلمى عنه عن خنيس رضى االلّٰه تعالٰى عنه، هكذا فيما نقلت عنه بمعجمة فنون، رواه مصحفا عن حليس بمهلة فلام۔ واالله تعالٰى أعلم۔

قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا ہے حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالی عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلا اور اس کو دیلمی نے **عن أبى الزاهرية عن خنيس رضى الله تعالٰى عنهما** کہہ کر متصل بنایا ہے انہوں نے حلیس سے بدل کر خنیس کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالی اعلم''۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۳ ص ۲۱۲)

متن میں تصحیف کی مثال:

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ متن میں تصحیف کی مثال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ''**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ**'' اس حدیث میں ایک لفظ: **احتجر** ''را'' کے ساتھ ہے، ابن لہیعہ نے اسے تصحیف کر کے احتجم روایت کیا''۔ (تدریب الراوی فی شرح

تقریب النواوی، ج ۲ ص ۶۴۸) (مزید تفصیلات کیلئے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں)

النوع الثامن والثلاثون، مرسل خفی:

تعریف: مرسل خفی وہ ہے جس کا ارسال مروی عنہ سے معاصرت کے باوجود ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے یا ملاقات ثابت ہونے کے باوجود سماعت نہ ہونے کی وجہ سے یا اگرچہ دوسری حدیث سنی ہو مگر بعینہ فلاں حدیث کی سماعت نہ ہونے کی وجہ سے معلوم ہوا ہو۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ج ۲ ص ۶۶۳)

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ مرسل خفی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جیسے حدیث: "**رحم اللہ حارس الحرس**" جسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے عمر بن عبد العزیز، عن عقبۃ بن عامر سے مرفوعا روایت کیا ہے، امام مزی رحمہ اللہ "**الأطراف**" میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی ہے (ایضا)

مرسل خفی کی مثال امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی بحث وتمحیص میں مندرجہ ذیل عبارت سے لی جاسکتی ہے آپ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی حدیث ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

"محدث ابن ماجہ نے فرمایا: ہم سے عمرو بن رافع نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے ہشیم نے بواسطہ یعلی بن عطا بیان کیا الخ"۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب الطب، باب الجذام، ص ۲۶۱)

"ہشیم اور شریک دونوں مدلس ہیں اور دونوں نے عن عن کے الفاظ سے روایت کی ہے چنانچہ التقریب میں فرمایا: ہشیم بن بشیر ثقہ، ثبت ہے مگر بہت زیادہ تدلیس اور ارسال خفی کرنے والا ہے"۔ (تقریب التہذیب، فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۴ ص ۲۳۹)

النوع الرابع والخمسون، المتفق والمفترق:

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''**المتفق و المفترق**'' کی سات قسمیں کی ہے ان میں سے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے غالبا دو قسموں پر کلام کیا ہے:

پہلی قسم:

راویوں اوران کے والد کے نام ایک ہوں۔

دوسری قسم:

صرف راویوں کے نام ایک طرح ہوں۔

ان دونوں اقسام کی وضاحت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل تحقیقی کلام سے ملتی ہے آپ فرماتے ہیں:

''بدری حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید انصاری ہیں رضی اللہ عنہ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگر چہ یہ بھی قوم اوس سے تھا اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور یہ منافق زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مرا جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور آیہ کریمہ اس کی مذمت میں اتری۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا حضور نے قبول نہ فرمائی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں لایا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول نہ فرمائی اور میں قبول کرلوں ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافت فاروق اعظم رضی اللہ

تعالی عنہ میں حاضر لایا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وابوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لے لوں یہ کبھی نہ ہوگا۔ پھر خلافت عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ عنہ میں لایا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وصدیق وفاروق نے قبول نہ فرمائی میں بھی نہ لوں گا۔ آخر انہیں کی خلافت میں مر گیا۔

اللہ عزوجل اہل بدر رضی اللہ تعالی عنہم کی نسبت فرما چکا: **اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم**۔ یعنی جو چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا۔ (کنز العمال، ج ۱۴ ص ۶۹)

اور اس منافق کے باب میں فرماتا ہے: **فأعقبهم نفاقا فی قلوبهم إلٰی یوم یلقونه**۔ یعنی اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کیا کہ مرتے دم تک نہ جائے گا۔ (القرآن)

حاشا اللہ نور وظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔ امام حافظ الشان ''اصابہ'' میں فرماتے ہیں: **ثعلبة بن حاطب بن عمرو الأنصاری ذکره موسٰی بن عقبة و ابن اسحٰق فی البدریین وکذا ذکره ابن الکلبی وزاد أنه قتل بأحد**۔ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہل بدر میں ذکر کیا۔ اسی طرح ابن کلبی نے ذکر کیا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج ۱ ص ۹۲۷)

تفسیر امام ابن جریر میں ہے: **حدثنی محمد ابن سعد حدثنی أبی حدثنی عمی حدثنی أبی عن أبیه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما، أن رجلا یقال له ثعلبة ابن أبی حاطب أخلف ماوعده فقصّ الله تعالٰی شانه فی القرآن: {و منهم من عاهد الله} إلٰی قوله {یکذبون}**۔

مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا: مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اس نے کہا: مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا اس نے کہا: مجھ سے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا: ایک شخص کو ثعلبہ بن ابی حاطب کہا جاتا ہے جس نے اللہ تعالی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اللہ تعالی نے اس کے حال کو قرآن مجید میں بیان فرمایا یعنی: {**ومنهم من عهد الله**} سے {**يكذبون**} تک۔ (جامع البیان، ابن جریر، تحت آیۃ: ۹ / ۷۵، ج۱۰ ص ۲۱۳، فتاوی رضویہ مترجم، ج۲۶ ص ۴۵۳-۴۵۵)

ایک ہیں حضرت ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ اور دوسرا ثعلبہ بن ابی حاطب ہے جس کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی بعض علما کے اعتبار سے اس کا نام بھی ثعلبہ بن حاطب ہے اس اعتبار سے ان دونوں اور ان کے والد کے نام متفق ہونگے یہ پہلی قسم ہوگئی اور اگر بعض علما کی رائے کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس اعتبار سے دونوں لوگوں کا صرف نام میں اتفاق ہوگا اس لحاظ سے یہ دوسری قسم ہوگئی۔

دوسری قسم کی مثال عبادلہ ثلاثہ بھی ہیں جن کے نام آپس میں متفق ہیں مگر ان کے والد کا نام الگ ہے۔ امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ، سوال: عبادلہ ثلاثہ محققین کی اصطلاح میں کن کو کہتے ہیں؟ کے جواب میں فرماتے ہیں:

"**ابناء عمر و عباس و عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهم، لاشتراكهم فی الزمان واقترابهم فی الأسنان، أما أفضل العبادلة عبد اللّٰه ابن مسعود فوق الكل و شیخ الكل رضوان الله تعالٰی علیهم أجمعین۔**

ان کے ایک زمانے میں مشترک ہونے اور عمروں میں قریب قریب ہونے کی وجہ

سے ان سب میں افضل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جو ان سب سے فائق اور سب کے شیخ ہیں رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

ہاں ہماری اصطلاح فقہی میں بجائے ثالث یہ ادل الکل ہیں۔ کمافی فتح القدیر، واللہ تعالی اعلم"۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۷ ص ۴۳)

مندرجہ بالا ان اقسام حدیث کے علاوہ دیگر مندرجہ ذیل حدیث کے اقسام پر بھی اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے علمی وفنی کلام کیا ہے۔

اس کے علاوہ

النوع الخامس والخمسون: المتشابه

النوع التاسع والخمسون: مبهم

النوع الستون: وفيات،

النوع الحادی والستون: معرفة الثقات والضعفاء،

النوع الثالث والستون: طبقات،

النوع السادس والستون: معلق،

النوع السابع والستون: معنعن،

النوع الثامن والستون: متواتر،

النوع السبعون، مستفيض وغيره۔ کے متعلق بھی امام اہلسنت طبع آزمائی کر تحقیق انیق سے نوازا۔ (ماخوذ اعلی حضرت محدث بریلوی اور اصول حدیث ایک تحقیقی جائزہ)

❁❁❁

علم حدیث پر محدث بریلوی کی مستقل کتب اور حواشی

امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے علم حدیث پر گفتگو تقریبا اپنی مایہ ناز کتاب ''العطایۃ النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ'' میں مختلف مقامات پر فرمائی ہے اپنے موقف کی تائید میں احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے۔ اور دیگر امور میں عمیق اشارہ بھی فرما دیا ہے۔

امام اہلسنت کی اس فن پر مستقل کئی کتب و رسائل ہیں مثلا:

الهاد الكاف فی أحكام الضعاف

منير العين فی تقبيل الإبهامين

حاجز البحرين الواقی عن جمع الصلاتين

مدارج طبقات الحديث

اور الروض البهيج فی آداب التخريج وغیرہ۔

نیز امام اہلسنت اعلی حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے حواشی کی صورت میں بھی بے شمار کتابوں پر علم حدیث کی روشنی میں گفتگو کی ہے مثلا:

سنن ابن ماجه، التعقبات على الموضوعات، سيوطی رحمه الله، اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، سيوطی رحمه الله، ذيل اللآلی المصنوعة ، سيوطی رحمه الله، الموضوعات الكبير، علی قاری رحمه الله، فتح المغيث، سخاوی رحمه الله، نصب الراية لتخريج أحاديث الهداية، زيلعی رحمه الله، تقريب التهذيب، ابن حجر عسقلانی رحمه الله، تهذيب التهذيب، ابن حجر عسقلانی رحمه الله، الإصابة فی تمييز الصحابة، ابن حجر عسقلانی رحمه

اللّٰہ، میزان الاعتدال، ج اول و ثانی، ذہبی رحمہ اللّٰہ، تذکرۃ الحفاظ، ذہبی رحمہ اللّٰہ، خلاصۃ تہذیب الکمال، صفی الدین انصاری رحمہ اللّٰہ، الأسماء و الصفات، بیہقی رحمہ اللّٰہ، کشف الأحوال فی نقد الرجال عبد الوہاب مدراسی رحمہ اللّٰہ، العلل المتناھیۃ فی الأحادیث الواھیۃ، ابن جوزی رحمہ اللّٰہ وغیرہ۔

امام اہلسنت کا کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث کا ذخیرہ:

امام اہلسنت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے کسی مسئلہ میں سوال ہوا تو آپ نے قرآن مقدس سے استدلال کے بعد احادیث سے استدلال فرمایا اور موضوع سے متعلق احادیث کا وافر ذخیرہ جمع کر دیا۔ مثلا

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا کرامت اللہ صاحب نے دہلی باڑہ ہندوراؤ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک استفتاء اس مضمون کا بھیجا کہ زید درود تاج وغیرہ پڑھنے کو شرک و بدعت کہتا ہے کیوں کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''دافع البلاء والوباء'' وغیرہ کہا گیا ہے جو کھلا شرک ہے العیاذ باللہ۔

استفتاء پڑھ کر امام اہلسنت کا قلم حرکت میں آیا اور حضور کے دافع بلاء اور صاحب عطا ہونے کو تین سو احادیث کریمہ کے ذریعہ ثابت فرما کر وہابیہ کے خود ساختہ شرک کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا۔ یہ کتاب ''الامن والعلی'' کے نام سے مشہور ہے۔ امام اہلسنت نے اس کا ایک دوسرا نام بھی رکھا ہے ''اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامہ''

امام اہلسنت قدس سرہ کے استاذ گرامی حضرت مولانا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی معرفت مونگیر لعل دروازے سے ۱۳۰۵ھ میں ایک استفتاء آیا کہ وہابیہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں

قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔

اس کے جواب میں امام اہلسنت محدث بریلوی فرماتے ہیں:

حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی اذعانی اجماعی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کریگا مگر گمراہ بددین بندۂ شیاطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔

پھر ایک مبسوط کتاب ''تجلی الیقین'' کے نام سے تحریر فرمائی اور ایک سو سے زائد احادیث سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہائے۔

مولانا محمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد مولوی احمد اللہ صاحب نے کانپور سے ۱۳۱۲ھ میں ایک سوال بھیجا کہ ہمارے دیار میں چیچک اور قحط سالی آجائے تو لوگ بلاء کے دفع کیلئے چاول گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں اور پھر علماء کو بلا کر اور خود محلہ والے جمع ہو کر کھاتے ہیں یہ طعام ان کیلئے جائز ہے؟

امام اہلسنت نے جواب باصواب مرحمت فرمایا یہ طریقہ اور اہل دعوت کیلئے یہ کھانا جائز ہے اس دعوے کے ثبوت میں ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش فرمائیں جو امام اہلسنت کے عظیم محدث ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ میں سماع موتی سے متعلق ایک سوال آیا سائل نے سوال کے ساتھ بعض منکرین کا جواب بھی منسلک کیا تھا۔

امام اہلسنت نے چارسو وجوہ سے دارو گیر فرمائی ہے یہ رسالہ دلائل وبراہین سے مزین ۷۷/احادیث پر مشتمل ہے۔

مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو دفناتے ہوئے امام اہلسنت محدث بریلوی نے

’’**جزاء اللّٰہ عدوہ**‘‘ نامی کتاب تحریر فرمائی۔ایک سو اکیس احادیث نقل فرما کر مرزا کے دعوی کو خاک میں ملا دیا جو بلا شبہ آپ کے تبحر فی فن الحدیث کا بین ثبوت ہے۔

جمعہ کے دن اذان ثانی کے موضوع پر امام اہلسنت محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب ’’**شمائم العنبر**‘‘ نامی عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں ۴۵/احادیث سے کتاب کو مزین فرمایا۔

علاوہ ازیں امام اہلسنت نے تخلیق ملائکہ کے عنوان پر چوبیس احادیث سے استدلال فرمایا۔

خضاب کے عدم جواز میں ۱۶/احادیث سے استدلال۔

معانقہ کے ثبوت میں ۱۶/احادیث۔

داڑھی کی ضرورت واہمیت پر ۵۶/احادیث۔

والدین کے حقوق پر ۹۱/احادیث۔

سجدۂ تحیت کی حرمت میں ۷۰/احادیث۔

شفاعت کے عنوان پر ۴۰/احادیث۔

تصاویر کے عدم جواز پر ۲۷/احادیث۔

اوراسی طرح بے شمار عناوین وموضوعات پر ان گنت احادیث کریمہ سے استدلال فرما کر امت مسلمہ کو احادیث کا بیش بہا خزانہ مرحمت فرمایا۔

درحقیقتا امام اہلسنت کی تصانیف احادیث کریمہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جس موضوع پر اشہب قلم کو مہمیز لگائی اس میں ظفر وکامیابی نے آپ کے قدم چومے۔

حوالوں کی کثرت

یہاں تک تو چند نمونے احادیث کی کثرت سے متعلق تھے اب ملاحظہ فرمائیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی جب کوئی حدیث نقل فرماتے ہیں تو ان کی نظر اتنی وسیع وعمیق ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ کسی ایک کتاب پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ پانچ، دس اور بیس بیس کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتابیں اس موضوع پر ان کے سامنے کھلی رکھی ہیں اور سب کے نام لکھتے جارہے ہیں ساتھ ہی یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ کس محدث نے کس صحابی سے روایت کی مثلاً۔

الامن والعلی میں ص ۷۰ پر ایک حدیث تحریر فرمائی: ''**اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ**''۔یعنی بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔

اب اس حوالہ سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الکبیر والعقیلی والخطیب وتمام الرازی فی فوائدہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عباس۔

وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدار قطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرہ۔

وابن عساکر والخطیب فی تاریخھا عن انس ابن مالک۔

والطبرانی فی الاوسط والعقیلی والخرائطی فی اعتلاء القلوب وتمام وابو سھل وعبد الصمد بن عبد الرحمن البزار فی جزءہ وصاحب المھرانیات فیھا عن جابر ابن عبداللہ۔

وعبد بن حمید فی مسند وابن حبان فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل والسلفی فی الطیوریات عن ابن عمر۔

وابن النجار فی تاریخه عن امیر المومنین علی۔

والطبرانی فی الکبیر عن ابی خصیفه۔

وتمام عن ابی بکره۔

والبخاری فی التاریخ وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج وابو یعلی فی مسنده والطبرانی فی الکبیر والعقیلی والبیهقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ام المومنین الصدیقه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین۔

یہ تو صحابہ کرام کی روایت ۳۴ر کتابوں سے نقل فرمائی۔

اسی کتاب کے ص ۳۷ر پر ایک حدیث یوں ہے: **اللهم اعز الاسلام باحب هٰذین الرجلین الیک بعمر بن الخطاب اوبابی جهل بن هشام۔** الٰہی اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اسکے ذریعہ سے یا عمر ابن خطاب یا ابو جہل بن ہشام۔

حوالہ جات:

رواه احمد وعبد بن حمید والترمذی بسند حسن وصحیح عن امیر المومنین عمر بن خطاب وانس ایضاً

وابن سعد وابو یعلی وحسن بن سفیان فی فوائده والبزار وابن مردویه وخیثمه بن سلیمان فی فضائل الصحابه وابو نعیم والبیهقی فی دلائلهما وابن عساکر کلهم عن امیر المومنین عمر۔

والترمذی عن انس۔

والنسائی عن ابن عمر۔

احمد و ابن حمید و ابن عساکر عن خباب بن الارث۔

والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن عبداللہ ابن مسعود۔

والترمذی والطبرانی وابن عساکر عن ابن عباس۔

والبغوی فی الجعدیات عن ربیعة السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین۔

یہ دس صحابہ کرام کی روایت ۲۳؍ کتب حدیث سے نقل فرمائی۔

اسی کتاب الامن والعلی میں ص:۱۲۹؍ پر ایک حدیث نقل فرمائی: "**انا محمد و احمد والمقفی والحاشر ونبی التوبه ونبی الرحمة**"۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور احمد اور سب نبیوں کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حوالہ جات:

رواه احمد و مسلم والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری۔

ونحوه وابنا سعد وابی شیبه والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفه۔

وابن مردویه فی اتتفسیر وابو نعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل۔

وابن عدی عن ابی هریره رضی اللہ تعالیٰ عنهم

یہ چار صحابہ کرام کی روایت ۱۴؍ کتابوں سے نقل فرمائی۔

امام اہلسنت نے کتاب "**جزاء اللہ عدوه**" میں ۴۶؍ پر ایک حدیث نقل فرمائی **:اما ترضی ان تکون منی منزلة هارون من موسی غیر انه لا نبی بعدی۔**

اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسی علیہ الصلوۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کیلئے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں فرق یہ ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے مبعوث ہوا دوسرے کیلئے نبوت نہیں۔

حوالہ جات:

رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن ابی شیبه والسنن لابن جریر عن سعد بن ابی وقاص۔

وحاکم والطبرانی وابوبکر وابن مردویه والبزار وابن عساکر عن علی۔

واحمد والبزار والطبرانی والمطیری عن ابی سعید الخدری۔

والترمذی عن جابر بن عبداللہ وعن ابی هریرة۔

والطبرانی والخطیب عن عبداللہ بن عمر۔

وابو نعیم عن سعید بن زید۔

والطبرانی عن البراء بن عازب وزید بن ارقم وحبیش بن جنادہ وجابر بن سمرہ ومالک بن حویرث۔

وام المومنین ام سلمة واسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین۔

یہ چودہ صحابہ کرام کی روایت ۱۸/ کتابوں سے نقل فرمائی۔

کتاب ”**راد القحط والوباء**“ میں صفحہ ۱۲/ پر ایک حدیث نقل فرمائی: **الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوة باللیل والناس ینام** ۔یعنی اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا ہر طرح

کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نمازیں پڑھنا۔

حوالہ جات:

رواه امام الائمه ابو حنيفه والامام احمد وعبد الرزاق فی مصنفه والترمذی والطبرانی عن ابن عباس۔

واحمد والطبرانی وابن مردويه عن معاذ بن جبل۔

وابن خزيمه والدارمی والبغوی وابن السكن وابو نعيم وابن بسطة عن عبد الرحمن بن عائش۔

واحمد والطبرانی عنه عن صحابی۔

والبزار عن ابن عمر وثوبان۔

والطبرانی عن ابی امامه۔

وابن قانع عن ابی عبيدة ابن الجراح۔

والدارمی وابوبكر النيساپوری فی الزيادات عن انس۔

وابو الفرج فی العلل تعليقا عن ابی هريرة۔

وابن ابی شيبه مرسلا عن عبد الرحمن بن سابط، رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعين۔

یہ دس صحابہ کرام اور ایک تابعی کی روایت ۲۳ رکتابوں سے نقل فرمائی۔

امام اہلسنت نے فتاوی رضویہ نہم رسالہ ''عطایا القدیر'' میں صفحہ ۷۴ حصہ دوم پر ایک حدیث نقل فرمائی: لا تدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولا صورة۔

رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

حوالہ جات:

رواہ الائمۃ احمد والسنۃ والطحاوی عن ابی طلحہ۔

والبخاری والطحاوی عن ابن عمر وعن ابن عباس۔

ومسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی عن ام المومنین میمونہ۔

ومسلم وابن ماجہ والطحاوی عن ام المومنین الصدیقہ۔

واحمد ومسلم والنسائی والطحاوی وابن حبان عن ابی ہریرہ۔

والامام احمد والدارمی وسعید بن منصور وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ابن خزیمہ وابویعلی والطحاوی وابن حبان والضیاء والشاشی وابونعیم فی الحلیۃ عن امیر المومنین علی۔

والامام مالک فی الموطا والترمذی والطحاوی عن ابی سعید الخدری۔

واحمد والطحاوی والطبرانی فی الکبیر عن اسامہ بن یزید۔

والطحاوی والحاوی عن ابی ایوب الانصاری، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

یہ دس صحابہ کرام کی روایت ۴۳ر کتابوں سے نقل فرمائی۔

فتاوی رضویہ جلد سوم میں صفحہ ۳۲۶ر پر ایک حدیث نقل فرماتے ہیں: **قل ھو اللہ تعدل ثلث القرآن:** ''قل ہو اللہ احد'' پوری سورت مبارکہ کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حوالہ جات:

رواہ الامام مالک واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری۔

والبخاری عن قتادہ بن النعمان۔

واحمد و مسلم عن ابی الدرداء۔

ومالک واحمد و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه والحاکم عن ابی هریره۔

واحمد والترمذی والنسائی عن ابی ایوب الانصاری۔

والترمذی وابن ماجه عن انس ابن مالک۔

واحمد وابن ماجه عن ابی مسعود البدری۔

والطبرانی فی الکبیر عن عبداللّٰه بن مسعود۔

والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابو نعیم فی الحلیه عن عبداللّٰه بن عمرو۔

والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل

والبزار عن جابر بن عبداللّٰه۔

وابو عبید عن عبداللّٰه بن عباس۔

واحمد عن ام مکتوم بنت عقبه۔

والبیهقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین۔

یہ کل پندرہ صحابۂ کرام کی روایت ۳۴؍کتابوں سے نقل فرمائی۔

یہ چند اور اس طرح کی سیکڑوں مثالیں امام اہلسنت کی وسعت مطالعہ پر اور عمیق نظری کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

زکوۃ کا مال سادات کرام اور تمام بنی ہاشم کیلئے حرام قطعی ہے جسکی حرمت پر ائمۂ مذاہب کا اجماع ہے اس مسئلہ سے متعلق اعلیٰ حضرت محدث بریلوی سے سوال ہوا، آپ نے اسکی حرمت پر تحقیق کے دریا بہائے اور مندرجہ ذیل کتب احادیث اور

راوی کا نشان دیا۔

سیدنا حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه احمد والبخاری ومسلم۔

سیدنا حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه احمد وابن حبان برجال ثقات۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

روی عنه الطحاوی والحاکم وابو نعیم وابن سعد فی الطبقات وابو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنه الطحاوی حدیثا آخر وروی عنه الطبرانی حدیثا ثالثا۔

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه احمد ومسلم والنسائی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه ابن حبان والطحاوی والحاکم وابو نعیم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه الشیخان۔

وروی عنه الطحاوی حدیثین آخر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه البخاری ومسلم۔

وروی عنه الطحاوی حدیثا آخر۔

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه الترمذی والنسائی۔

وروی عنه الطحاوی حدیثا آخر۔

حضرت ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

روی عنه احمد و ابو دائود و الترمذی و النسائی و الطحاوی و ابن حبان و ابن خزیمه و الحاکم۔

حضرت ہرمز یا کیسان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

روی عنه احمد و الطحاوی۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه اسحاق بن راهویه و ابو یعلی الموصلی و الطحاوی والبزار والطبرانی و الحاکم۔

حضرت ابو یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

روی عنه الطحاوی۔

حضرت ابو عمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روی عنه الطحاوی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

علق عنه الترمذی۔

حضرت عبد الرحمن بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال صحابی

علق عنه الترمذی۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علق عنه الترمذی۔

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها الستة۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها الطحاوی۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روی عنها احمد و مسلم۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بیس صحابہ کرام اور پانچ صحابیات سے مروی پچیس احادیث ہیں جنکو پندرہ کتب احادیث سے نقل فرمایا۔

''**الامن والعلی**''ص:۱۰۹/ پر ایک حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ بن اعور مازنی اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ رسالت میں قصیدہ پڑھنا مذکور ہے جس کا پہلا مصرع ہے۔

یامالک الناس و دیان العرب

اس واقعہ کونقل فرما کر امام اہلسنت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ اور حدیث کو مندرجہ ذیل سندوں سے کیا گیا ہے۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بکر المقدسی ،ثنا ابو معشر البراء ، ثنی صدقه بن طینة ،ثنی معن بن ثعلبة المازنی و الحی بعده، ثنی الاعشی المازی

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم الحدیث۔

و رواہ الامام اجل ابو جعفر الطحاوی فی معانی الاثار حدثنا ابن ابی داؤد ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الی آخرہ نحوہ سندا و متنا۔

و رواہ ابن عبداللّٰہ ابن الامام فی زوائد مسندہ من طریق عوف بن کھمس بن الحسن عن صدقة بن طیسنة حدثنی معن بن ثعلبة المازنی و الحی بعدہ قالوا حدثنا الاعشی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فذکرہ، قلت و الیہ اعنی عبد اللّٰہ عزاہ حافظ الشان فی الاصابة انہ رواہ فی الزوائد، و العبد الضعیف غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ قدراہ فی المسند نفسہ ایضاً کما سمعت و للہ الحمد۔

و رواہ البغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم کلھم من اطریق الجنید بن امین بن عروة بن نضلة بن طریق بن بھصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلة ۔

و لفظ اللبغوی عنہ حدثنی ابی امین حدثنی ابی ذروة عن ابیہ نضلة عن رجل منھم یقال لہ الاعشی و اسمہ عبد اللّٰہ بن الاعور رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فذکر القصة و فیہ فخرج حتی اتی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فعاذبہ و انشأ یقول: یا مالک الناس و دیان العرب، الحدیث،

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پناہ لی اور عرض کی کہ اے مالک آدمیاں، واے جزا وسزادہ عرب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۔
(الامن والعلی ص:۱۰۹)

❀❀❀

اصطلاحات حدیث کی تنقیح وتحقیق:

اب امام اہلسنت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی فن حدیث میں مہارت، اصول حدیث اور اصطلاحات حدیث کے بیان میں ان کی تحقیق وتنقیح ملاحظہ فرمائیں۔

امام اہلسنت محدث بریلوی نے ایک رسالہ "**منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین**" (جس کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے) تصنیف فرمایا جس میں حضور ﷺ کے نام اقدس کو سنکر انگوٹھے چومنے کا جواز واستحباب ثابت فرمایا۔ مخالفین نے بعض محدثین کے اقوال کا سہارا لیکر یہ ثابت کرنے کی سعئ بے جا اور ناکام کوشش کی تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع و بے اصل ہے۔ لہذا یہ عمل شریعت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امام اہلسنت محدث بریلوی قدس سرہ نے اس رسالہ نافعہ میں اصول حدیث کی وہ معرکۃ الآرا بحث فرمائی کہ ہر وہ شخص جو اس علم سے شغف رکھتا ہے پڑھ کر جھوم اٹھے اور مخالف حیران وششدر رہ جائے۔

مقاصد حسنہ، موضوعات کبیر اور رد المحتار میں بس اس قدر ہے کہ انگوٹھے چومنے کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہونچی، بس کیا تھا مخالفین نے بے پر کی اڑادی کہ اس سلسلہ میں تمام روایت موضوع ومن گڑھت ہیں۔ اس پر امام اہلسنت محدث بریلوی نے خوب جم کر نہایت نفیس بحث فرمائی جو فتاوی رضویہ میں تقریبا دوسوصفحات پر مشتمل ہے جس کی تلخیص کی بھی یہاں گنجائش نہیں پھر بھی "مشتے نمونہ ازخروارے" کے طور پر چند اہم، گوشوں کی نشاندھی قارئین کے ذوق کی تسکین کا باعث ضرور ہوگی۔

امام اہلسنت محدث بریلوی فرماتے ہیں: ''خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح تماسک وصلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضع وکذب۔ عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں، یوں ہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بہ تصریح ائمۂ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء قبول قدماء حدیث کے لئے قوی دیگر، اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گذر یئے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کیلئے مجرب ومعمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہوتو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:۔

قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلوة والسلام " علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ۔"

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ۔ موضوعات کبیر ص ۲۱۰)

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت''، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد افادات کا سلسلہ شروع فرمایا جو تیس کے عدد پہ جا کر رکا۔

افادہ اول میں فرمایا:۔

''محدثین کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے'' پھر اس دعوی پر دلائل قائم فرماتے ہوئے حلیہ شرح منیہ، صواعق محرقہ، اذکار امام نووی، موضوعات کبیر، جواہر العقدین، شرح مواہب، شرح صراط مستقیم اور مرقات کی تصریحات پیش فرمائیں اور پھر حدیث کے مراتب کی طرف اشارہ کیا۔

فرماتے ہیں: صحیح کے بعد صحیح لغیرہ، پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حدتک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی، یا سوء حفظ، یا تدلیس وغیرہا۔ اول کی تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے اس وقت وہ صلاحیت احتجاج اور قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے۔ پھر درجۂ ششم میں ضعف قوی ووہن شدید ہے، جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقا اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ عنقریب اس کی تفصیلات آرہی ہیں)۔

پھر درجہ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقا اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جسکا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان

اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے، ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجہول وافتراء ہے والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ ۔

طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یادر کھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، **ولله الحمد والمنة**۔

یہ مختصر جملے بلاشبہ اپنے دامن میں کثیر اور اہم معانی ومفاہیم لئے ہوئے ہیں جسکی شرح وبسط کیلئے دفتر درکار، یہ ہمارے امام کی خصوصیات سے ہے کہ الفاظ کم سے کم ہوتے ہیں مگر معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

امام اہلسنت محدث بریلوی نے ہر حیثیت سے اصولی بحث فرمائی ہے اور حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ راوی کی جہالت سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے اور مجہول کی کتنی قسمیں ہیں۔ پھر ہر ایک کے جداگانہ احکام اور ہر حکم واثر کی متعلقہ کتب سے تحقیق انیق، نیز حدیث منقطع کی وضاحت میں علماء اعلام کے اقوال سے تائید، مضطرب منکر اور مدرج کا مقام وحیثیت، راوی کے مبہم ہونیکا اثر، اسباب طعن کی تعداد وشمار اور ان میں سبب غفلت کی حیثیت، متروک راوی کا مقام، یہ تمام باتیں نہایت تحقیق سے بیان فرمائیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان میں سے کسی وجہ کے سبب موضوع نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے ان پندرہ وجوہ کی نشاندھی فرمائی جن کے سبب حدیث موضوع ہوجاتی ہے، بیان ایسا جامع کہ دوسری کتب میں اس کی نظیر نہ ملے۔

خود فرماتے ہیں:۔

یہ پندرہ باتیں ہیں (جس کا ذکر ماقبل میں گذرا) کہ اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان

سطور کے سوا نہ ملیں گی۔ غرض کہ ہر افادہ میں نہایت نفیس اور معرکۃ الآراء بحث ہے جس کی سطر سطر امام احمد رضا محدث بریلوی کی فن حدیث میں مہارت تامہ کی روشن دلیل ہے، پوری کتاب اصول حدیث کا بحر ذخار ہے جس کا ہر افادہ پھوٹتا ہوا آبشار ہے، **من شاء التفصیل فلیرجع الیه۔**

راویان حدیث پر جرح وتعدیل:

راویان حدیث پر جرح وتعدیل اور مخالفین کے مدعا کا ابطال امام اہلسنت محدث بریلوی کے قلم سے ملاحظہ کریں، اس حیثیت سے جب رضویات کا مطالعہ کیا جائے تو کثیر مثالیں موجود ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

توجیہ اول:

جمعہ کے دن اذان ثانی کہاں ہو؟ امام احمد رضا محدث بریلوی نے فتوی دیا کہ اذان مطلقاً اندورن مسجد مکروہ ہے۔ لہذا اذان اول ہو یا ثانی بیرون مسجد ہی ہوگی، اس کے ثبوت میں خاص اسی اذان کے بارے میں ایک حدیث ابوداؤد سے نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں یہ اذان خارج مسجد ہوتی تھی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے دورہ خلافت میں بھی ایسا ہی عمل رہا اعلی حضرت کے اس فتوی کو رد کرتے ہوئے بعض حضرات نے حدیث ہی کو ساقط الاعتبار قرار دیدیا کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحق ہیں جن پر رافضی ہونے کی تہمت ہے لہذا حدیث معتبر نہیں۔

اب امام اہلسنت محدث بریلوی قدس سرہ نے مخالفین کی دہن دوزی کیلئے ایک معرکۃ الآراء کتاب ''**شمائم العنبر فی آداب النداء امام المنبر**'' نام سے عربی

زبان میں تصنیف فرمائی اور اس موضوع پر بحث آخری حد کو پہونچا دی۔ محمد ابن اسحق پر جو جرح کی گئی تھی اس کی دھجیاں اڑا دیں اور انکی تعدیل وتوثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں، سنئے اور امام احمد رضا کی راویان حدیث پر عمیق نگاہ کا اندازہ لگایئے۔

اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحق قابل بھروسہ نہایت سچے اور امام ہیں ان کے بارے میں۔

امام شعبی محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے رفرمایا: ''صدوق'' یہ بہت سچے ہیں۔

امام عبدالوہاب ابن مبارک فرماتے ہیں: ''ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا، ہم نے انہیں ''صدوق'' پایا۔''

امام عبداللہ ابن مبارک، امام شعبہ، سفیانین ثوری، ابن عیینہ اور امام ابو یوسف نے ان سے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کی ہیں اور انکی شاگردی اختیار کی۔

امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا:۔

''اجلہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدق وخیر پایا۔''

ابن عدی نے کہا:۔

''آپ کی روایت میں ائمۂ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں، آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

امام علی ابن المدینی نے کہا:۔

''کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا''

امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں:۔

''میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت میں رہا، اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا، نہ ان پر تنقید کی۔

امام معاذ نے فرمایا:۔

''ابن سحق سب لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔''

امام ابوالليث نے فرمایا:۔

''یزید بن حبیب سے روایت کرنے والوں میں ابن اسحاق سے زائد ثبت کوئی نہیں''

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ابن یزید بن حبیب سے اکابر علماء مصر نے روایت کی، عمر و بن حارث، حیوۃ ابن شریح، سعید ابن ایوب اور خود لیث بن سعد یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پانچویں یحیی بن ایوب غافقی صدوق ہیں اور رجال شیخین میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن مہیہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ ان کے بارے میں اسی امر پر ائمہ رجال کی رائے مستقر ہوئی اور عبداللہ بن عیاش ہیں یہ دونوں مسلم کے راویوں میں سے ہیں، ان کے علاوہ سلیمان تیمی بصری، زید بن ابی انیسہ یہ دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں افراد ہیں تو بقول امام ابواللیث ابن اسحق ان سب سے افضل ہوئے۔

امام شعبہ نے فرمایا:۔

''میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا، یہ تو امیر المومنین فی الحدیث ہیں، ایک روایت میں ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا، آپ ایسا کیوں کہتے ہیں تو حضرت شعبہ نے فرمایا ان کے حفظ کی وجہ سے، دوسری روایت میں ہے حدیث

والوں میں اگر کوئی سردار ہوسکتا ہے تو وہ محمد ابن اسحق ہیں۔''

علی ابن المدینی سے روایت ہے:۔

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں پھر ان سب کے نام گنوایئے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں''

امام زہری فرماتے ہیں:۔

''مدینہ مجمع العلوم رہے گا، جب تک یہاں محمد بن سحاق قیام پذیر رہیں گے'' آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسہ کرتے تھے ہر چند کہ آپ حدیث میں انکے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا:۔

''جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں، دنیا میں علوم باقی رہیں گے۔''

عبداللہ بن قائد نے کہا:۔

''ہم ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہوجاتی''

ابن حبان نے کہا:۔

''مدینہ میں کوئی علمی مجلس، حدیث کی ہو یا دیگر علوم وفنون کی، ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی، اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔''

ابو یعلی جلیلی نے فرمایا:۔

''محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث، روایت میں واسع العلم اور ثقہ تھے۔''

یحیی ابن معین، یحیی ابن یحیی، علی ابن عبداللہ المدینی استاذ امام بخاری، احمد عجلی ،اور محمد ابن سعد وغیرہ نے کہا:۔

''محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں۔''

حضرت ابن البرقی نے فرمایا:۔

''علم حدیث والوں میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور انکی حدیث حسن ہے۔''

حاکم نے ابوشیخی شیخ بخاری سے روایت کی کہ۔

''ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔''

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:۔

''ابن اسحاق ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمیں شبہ ہے، نہ محققین محدثین کوشبہ ہے۔''

محمد اسحاق کی توثیق حق صریح ہے اور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور برتقدیر صحت روایت انکے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا۔''

اکیس محدثین کے اقوال سے محمد ابن اسحاق کی توثیق وتعدیل ہے اور وہ بھی نہایت زوردار الفاظ میں۔ اب بھی کیا کسی کوشبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث محمد بن اسحاق کے سبب ساقط الاعتبار ہے۔

توجیہ دوم:

الحجة المو تمنه میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ مسجد میں ذمی کافر کا داخلہ جائز ہے یعنی ذمی کتابی کا۔

اس حدیث کی سند کو امام بدرالدین عینی نے جید کہا تھا حالانکہ تقریب التہذیب

میں اس سند میں وارد ''اشعث بن سوار'' کو ضعیف بتایا گیا ہے۔

اس پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کی سند ہمارے اصول پر جید ہے، ہمارے لئے جائز نہیں کہ محدثین کی خاطر اپنے اصول ترک کر دیں چہ جائیکہ متاخرین علماء میں سے ایک شافعی عالم کے قول کے سبب۔ پھر اشعث بن سوار کی تعدیل و توثیق میں فرمایا:۔

یہ امام شعبہ، امام ثوری اور یزید بن ہارون وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث کے استاذ ہیں اور امام شعبہ کا روایت حدیث میں محتاط ہونا خوب معلوم ہے۔

اشعث کی جلالت شان کے پیش نظر ہی ان کے شیخ ابو اسحاق السبیعی نے ان سے روایت کی، حضرت سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اشعث مجالد سے اثبت ہیں۔

ابن مہدی نے کہا: یہ مجالد سے ارفع ہیں اور مجالد صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں: مجھے اسمعیل بن مسلم سے زیادہ محبوب ہیں۔

امام عجلی کہتے ہیں: حدیث میں محمد بن سالم سے امثل ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں: یہ ثقہ ہیں۔

عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: صدوق ہیں۔

ابن شاہین نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں: میں نے ان کی کسی حدیث کو منکر نہیں پایا۔

بزار کہتے ہیں: ہم کسی ایسے محدث کو نہیں جانتے جنہوں نے ان کی حدیث کو چھوڑا ہو ہاں بعض حضرات نے جو فن حدیث میں قلیل المعرفۃ ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اشعث کے بارے میں یہ توثیق و تعدیل تو منقول ہے لیکن

کوئی جرح مفسر مذکور نہیں، لہذا ان کی یہ حدیث حسن ہے۔

توجیہ سوم:

امام اہلسنت نے مصافحہ کے سلسلہ میں حدیث نقل فرما کر نہایت نفیس تحقیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حدیث میں لفظ ''**ید**'' اگر چہ واحد ہے لیکن استعمال دونوں ہاتھ کیلئے شائع وذائع ہے تو اس حدیث کے ذریعہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہرگز ثابت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ اگر نقد وتنقیح پر آیئے تو وہ ہرگز نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف ومنکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحیی بن سعید قطان نے کہا ''**ترکته عمداً کان قد اختلط**'' میں نے اس کو عمداً متروک کیا، صحیح الحواس نہ رہا تھا۔

امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے ''**یحدث باعاجیب**'' تعجب خیز روایتیں لاتا ہے۔

امام یحیی بن معین نے کہا: ''**لیس بشئ تغیر فی اٰخر عمره**'' کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔

امام نسائی نے کہا: ''ضعیف'' ایک بار فرمایا ''**لیس بقوی۔**''

یہ تمام تفصیلات امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر فرمائیں، یونہی امام ابو حاتم نے کہا قوی نہیں ہیں اور آخر میں خاتم الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا۔

یہ ہے نقد رجال پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی عمیق نگاہ کہ سات ائمہ حدیث کے اقوال سے حنظلہ سدوسی پر جرح مفسر و مبہم نقل فرمائی۔

توجیہ چہارم:

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں وارد حدیث جو حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے، اس پر امام احمد رضا نے فرمایا:۔

حق یہ کہ یہ حدیث موضوع نہیں، اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متھم بالوضع، نہ کوئی کذاب ہے نہ متھم بالکذب، نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت، لا جرم اسے امام جلیل خاتم الحفاظ، جلال الملت والدین السیوطی نے ''جامع صغیر'' میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد ابن النجار کے حوالہ سے اس حدیث کی مکمل سند بیان فرمائی، جس میں چار راوی عباس بن کثیر، ابو بشر بن سیار، محمد بن مہدی مروزی اور مہدی بن میمون کے بارے میں خاتم الحفاظ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا کہ یہ مجہول ہیں اور اسی وجہ سے علامہ ابن حجر اس حدیث کو منکر بلکہ موضوع کہتے ہیں۔

اب امام احمد رضا محدث بریلوی کی باادب تنقید و تحقیق ملاحظہ فرمائیں جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوع کیسے کہہ دیا جبکہ اس کی سند میں کوئی وضاع ہے نہ کوئی متھم بالوضع، نہ کوئی کذاب ہے نہ متھم بالکذب، نیز اس کا مفہوم بھی عقلاً و شرعاً محال نہیں، محض راوی کے مجہول ہونے سے

حدیث موضوع نہیں ہوجاتی کہ فضائل میں بھی قابل استدلال نہ رہے ۔

حالانکہ خود حافظ ابن حجر نے ''**القول المسدد**'' میں ایسی دو حدیثیں، جس کے راوی مجہول، مضطرب الحدیث، کثیر الخطاء، فاحش الوہم ہیں، یا غلط احادیث منسوب کرنے میں پیش پیش ہیں، ان کو موضوع نہیں کہا بلکہ یوں فرمایا کہ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان احادیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرے، بلکہ دوسری حدیث کے لئے تو یہ فرمایا کہ اس حدیث میں تو ایسا کوئی مضمون بھی نہیں جسے عقل وشرع محال قرار دیتی ہو، اور یہ احادیث باب فضائل کی ہیں لہذا مقبول۔

امام اہلسنت فیصلہ نما گفتگو فرماتے ہیں:۔

''یہ ہی بات عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کہی گئی حالانکہ یہ بھی باب فضائل سے ہے اور اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں جو شرعاً وعقلاً محال ہو بلکہ اس حدیث کے راویوں میں تو اس طرح کی وجوہ طعن بھی منقول نہیں جو ابن حجر کی پیش کردہ ہیں۔''

قابل غور ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے کیسی نقد وتنقید فرمائی اور خود انہیں کے قول سے اپنے مدعا کا ثبوت فراہم کر دیا لیکن نہایت مودبانہ طور پر۔

توجیہ پنجم:

حالت سفر میں نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو حقیقی طور پر جمع کرنا ہمارے یہاں عرفہ ومزدلفہ کے سوا جائز نہیں، غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق نامی کتاب لکھ کر احناف کی مستدل احادیث صحاح کو رد کرنے کی ناکام کوشش کی تو امام احمد رضا نے ''**حاجز البحرین**'' نامی ایک عظیم کتاب تحریر فرما کر میاں جی کے مزعومات باطلہ کی دھجیاں اڑا دیں، اور دعوی محدثی کو خاک میں ملا دیا۔

پوری کتاب اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور تحقیق و تنقیح کا عظیم شاہ کار ہے، ملاجی کی اصول حدیث سے ناواقفی اور انکی حدیث دانی کے ڈھول کا پول ظاہر کرنے کیلئے امام احمد رضا نے چند لطائف تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے فی الحال فقط تین ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ۔(۱)

(ملاجی نے) امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا ہے کہ وہ غریب الحدیث ہے، ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول: اولاً: ذرا کچھ شرم کی ہوتی کہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں، صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیاً: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔

ثالثاً: محدث جی! تقریب میں ''ثقۃ یغرب''، ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ ''**فلان یغرب**، اور'' **فلان غریب الحدیث** ''میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، محدث جی! غریب ومنکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

لطیفہ۔(۲)

اقول:۔ وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے کہ:۔

وہ تخمینا برابر ہونا ہی مع سایۂ اصلی کہ ہے نہ سایۂ اصلی الگ کر کے **وھذا لا یخفی**

علی من له ادنی عقل (اور یہ ادنی سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایۂ اصلی کے تخمینا آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہونگے۔ (معیار الحق)

ملا جی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ، ٹیلوں کی ہری ہری دوب، ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے۔ ملا جی ان کے لئے ٹھیک دوپہر کا سایہ بنا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہوکر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایۂ زوال ہوجاتی ہے۔

لطیفہ۔(۳)

اقول:۔اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ:۔

مساوات سایہ کے ٹیلوں کے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیوں کہ وہ موجود تھے اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہوگیا پس برابر ہوگیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ (معیار الحق)

ملا جی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہوگیا اگر چہ وہ دس گز ہوں یہ جَو برابر۔ اے سبحٰن اللہ! اسے کیوں تحریف نصوص کہئے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بے چارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملا جی! اگر کوئی کہے کہ میں ملا جی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہوگئی تو اس کے معنی

یہی ہوں گے نہ کہ ملا جی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملا جی کی داڑھی معدوم، جب رُواں کچھ کچھ چمکا چمکتے ہی بانس برابر ہوگیا کہ اب بانس بھی موجود، بال بھی موجود۔ ع

مرغک از بیضہ بروں آید ودانہ طلبد

(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

مختلف روایات میں تطبیق:

امام اہلسنت نے **الامن والعلی** میں بحوالۂ مشکوۃ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل فرمائی: **لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وشاء فلان، ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان**۔ یعنی نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں۔ بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

اس حدیث کے ساتھ ایک منقطع روایت شرح السنۃ سے یوں مذکور ہے۔

لاتقولوا: ماشاء اللّٰہ وماشاء محمد وقولوا ماشاء اللّٰہ وحدہ، نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اسی روایت منقطعہ کو نقل کر کے امام الوہابیہ تفویۃ الایمان میں لکھا تھا۔

یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے گو کیسا ہی بڑا ہو۔ مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تفویہ

اب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی اس پر مضبوط دلائل کے ساتھ گرفتیں

ملاحظہ کریں:

فرماتے ہیں:۔

ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہ تعالیٰ ثابت کر دکھائیں کہ یہ ہی حدیثیں اس (امام الوہابیہ) کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔

اسکے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے چند احادیث ذکر فرمائی ہیں جو مختصراً یوں ہیں۔

مسند احمد وسنن ابی داؤد میں مختصراً اور سنن ابن ماجہ میں مطولاً بسند حسن یوں ہے۔

ان رجلا من المسلمین رائ فی النوم انه لقی رجلا من اهل الکتاب فقال : نعم القوم انتم لولا تشرکون ، تقولون : ماشاء الله وشاء محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، وذکر ذلک للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال :اما والله ان کنت لاعرفها لکم ،قولوا : ماشاء الله ثم ماشاء محمدصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

یعنی اہل اسلام سے کسی کو خواب میں ایک کتابی ملا، وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے، تم کہتے ہو: جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: فرمایا: سنتے ہو! خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گذرتا تھا، یوں کہا کرو: جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری روایت ابن عباس سے یوں ہے۔

اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء الله وشئت، ولکن یقل ماشاء الله ثم شئت۔

جب تم میں کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں۔

ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

تیسری روایت ام المومنین سے بنحوہ ہے۔

چوتھی روایت مسند احمد میں طفیل بن سخبرہ سے اس طرح آئی۔ کہ مجھے خواب میں کچھ یہودی ملے، میں نے ان پر اعتراض کیا کہ تم حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا: تم خاص کامل لوگ ہوا گر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر کچھ نصاری ملے ان سے بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی۔ میں نے پورا خواب حضور کی خدمت میں عرض کیا، حضور نے اسکے بعد خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:۔

انکم کنتم تقولون کلمة کان یمنعنی الحیاء منکم ان انهاکم عنها، لا تقولوا ماشاء اللّٰه و ماشاء محمد۔

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے، مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں، یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سنن نسائی میں قتیلہ بنت صیفی سے روایت ہے۔

ان یهودیا اتی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فقال انکم تنددون وانکم تشرکون، تقولون: ماشاء اللّٰه وشئت، وتقولون والکعبة فامرهم النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اذا ارادوا ان یحلفوا ان یقولوا: ورب الکعبة، ویقول احد: ماشاء اللّٰه ثم شئت۔

ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو، بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو، یوں

کہتے ہو کہ جو چاہے اللہ اور جو چاہو تم، اور کعبہ کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں:

رب کعبہ کی قسم، اور کہنے والا یوں کہے جو چاہے اللہ پھر چاہو تم۔

مسند احمد میں روایت یوں آئی کہ۔

یہود کے ایک عالم نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی۔ اے محمد آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کریں، فرمایا: سبحان اللہ، یہ کیا؟ کہا: آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا تھا، تو اب جو قسم کھائے وہ رب کعبہ کی قسم کھائے۔

دوسری روایت میں اس طرح آیا۔

یہودی نے کہا: اے محمد آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کے برابر والا نہ ٹھہرایئے۔ فرمایا: سبحان اللہ یہ کیا؟ کہا: آپ کہتے ہیں: جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا بعدہ فرمادیا۔ اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالیٰ تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کر کے کہے کہ پھر چاہو تم۔

ان تمام روایات کو نقل کر کے محدث بریلوی فرماتے ہیں:

امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنۃ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمد اللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکم شرک کی بو نہ پائی۔ اب بحمد اللہ ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہی حدیثیں اس کے دعوی شرک کو کس کس طرح جہنم رسید کرتی ہیں۔

اولاً۔احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام نے یہ جملہ کہ ''اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے یا اللہ اور تم چاہو تو ایسا ہوگا'' شائع وذائع تھا۔حضور اس پر مطلع تھے بلکہ عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ خود حضور بھی ایسا فرماتے تھے اور امام الوہابیہ اس کو شرک کہتا ہے۔معاذ اللہ تو اس کے نزدیک سب مشرک ہوئے۔

ثانیاً۔حدیث طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا: اس لفظ کا خیال مجھے بھی گذرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا،تو معاذ اللہ امام الوہابیہ کے نزدیک حضور نے دانستہ شرک کو گوارہ فرمایا اور صحابہ کے لحاظ پاس کو اس میں دخل دیا۔

ثالثاً۔گویا یہودی کے قول سے ممانعت ہوئی اور سچی توحید اس مشرک نے سکھائی۔

رابعاً۔قتیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے تو یہ بھی ثابت کہ ایک عرصہ تک حضور نے ممانعت نہ فرمائی اور پھر خیال آیا۔

خامساً۔ان سب کے باوجود حضور نے جو تعلیم دی وہ یہ تھی کہ (اور) نہ کہا کرو بلکہ (پھر) کہا کرو۔یعنی شرک سے بچنے کی تعلیم ایسی دی کہ پھر بھی وہ شرک ہی ٹھہری۔ معاذ اللہ۔

ان تمام مواخذوں کے بعد معارضہ قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مسلمانو! للہ انصاف،جو بات خاص شان الٰہی عزوجل ہے اور جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ ''اور'' کہکر ملایا تو کیا اور ''پھر'' کہکر ملایا تو کیا۔شرک سے کیونکر نجات ہوجائے گی۔مثلاً زمین وآسمان کا خالق ہونا،اپنی ذاتی قدرت سے تمام اولین وآخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔کہ اگر کوئی یونہی کہے کہ اللہ ورسول خالق السموات والارض ہیں،اللہ ورسول اپنی ذاتی

قدرت سے رازق عالم ہیں، جبھی شرک ہوگا؟

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمرہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ کے رسول ہماری مشکلیں کھولدیں، دیکھو تو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔

اسی لئے تو عیار مشکوۃ کی اس حدیث متصل صحیح ابی داؤد کی میر بحری بچا گیا تھا جس میں لفظ 'پھر' کے ساتھ اجازت ارشاد ہوتی تھی۔ تو ثابت ہوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پا کر بھی جو تبدیلی کی وہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

یہ تو ان (امام الوہابیہ اور اسکے اذیال واذناب) کے طور پر نتیجہ احادیث تھا، ہم اہل حق کے طور پر پوچھو تو۔

اقول۔ وباللہ التوفیق۔ بحمد اللہ تعالیٰ نہ صحابہ نے شرک کیا اور نہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرک سنکر گوارہ فرمایا، کسی کے لحاظ پاس کو کام میں لانا ممکن تھا نہ یہودی مردک تعلیم توحید کر سکتا تھا، بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے رب جلیل وکریم جل جلالہ ہے وہ ان تقریرات جلیلہ سے کہ ہم نے زیر حدیث ۱۲۶/ (حضرت علی کیلئے سورج پلٹانا) ذکر کیں واضح و آشکار ہے۔

جب اس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کا الزام دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک وتوسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرز عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معناً تو قطعاً صحیح تھی لہذا اس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رویائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے طعن ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزت جل جلالہ نے راعنا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود وعنود اسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اسکی جگہ انظرنا کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہ محل اعتراض ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انہیں یہود ونصاری اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تا کہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا (پھر) کا لفظ کہنے سے وہ تو ہم مساوات کہ ان وہابی خیالات کے یہود ونصاری یا یوں کہیے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا ''الحمد للہ علی تواتر آلاءَ والصلوۃ والسلام علی انبیاءَ'' اہل انصاف ودین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر

القاہوئی کیسی واضح ومستنیر ہے جسے ان احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہرین میں منظوم کیا اور تمام مدارج ومراتب مرتبہ بحمد اللہ تعالیٰ نورانی نقشہ کھینچ دیا الحمد للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہل سنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے''

ذلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم ،والحمد لله رب العلمین۔(الامن والعلی ۲۲۱)

فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۶۹ / پر نجاشی شاہ حبشہ کی غائبانہ نماز جنازہ سے متعلق ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی جسکو صحاح ستہ کے حوالہ سے نقل فرمایا۔حدیث یہ ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم نعی لهم النجاشی صاحب الحبشة فی الیوم الذی مات فیه وقال: استغفروا الاخیکم وصف بهم فی المصلی فصلی علیه وکبر علیهم اربعا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت نجاشی کے انتقال کی خبر اسی دن سنائی جس دن ان کا وصال ہوا،فرمایا: اپنے دینی بھائی کیلئے مغفرت کی دعا کرو، پھر حضور نے ایسے میدان میں جہاں عموما عید کی نماز ہوتی تھی صف بندی فرمائی اور نماز جنازہ پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔

اس حدیث سے بعض حضرات غیر مقلدین نے غائبانہ نماز جنازہ اور اسکی تکرار کو جائز کہا تھا۔امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایسی تمام احادیث کو نقل فرما کر جواز اور عدم جواز کی روایات میں تطبیق وجمع بین الاحادیث کا نہایت شاندار نقشہ کھینچ دیا ہے۔ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وصال

پایا کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پرنور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہۃ باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود، لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا، اور جس امر سے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا فرماتے ہیں:۔

دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔

ایک یہ ہی واقعہ نجاشی، دوسرا واقعہ معاویہ لیثی، تیسرا واقعہ امرائے معرکۂ موتہ۔

واقعہ اولیٰ:

اس واقعہ کی ایک روایت گذری، دوسری روایات مسند احمد وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین سے یوں ہیں کہ:۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہ ہی اعتقاد کرتے تھے کہ حضرت نجاشی کا جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں آیا کہ:۔

حضرت نجاشی کا جنازہ حضور کے لئے ظاہر کردیا گیا، حضور نے اسکو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

حضرت حذیفہ بن اسید کی روایت اس طرح آئی کہ:۔

حضور نے حبشہ کی جانب منہ کر کے چار تکبیریں کہیں۔

واقعہ ثانیہ۔ حضرت معاویہ لیثی نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا، حضور ﷺ نے تبوک میں ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ حدیث اس طرح ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں:۔

ان جبرئیل علیہ السلام اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: مات معاویة فی المدینة اتحب ان اطوی لک الارض فرفع له سریره فصل علیه وخلفه صفان من الملائکة کل صف سبعون الف ملک۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا، تو کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کیلئے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں، فرمایا: ہاں جبرئیل نے اپنا پر زمین پر مارا، جنازہ حضور کے سامنے آگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ حضرت ابوامامہ نے فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے مکہ مدینہ کو دیکھا۔

اسی طرح حضرت انس کی روایت میں بھی ہے۔

واقعہ سوم:۔ جنگ موتہ میں حضور نے حضرت زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اور فرمایا اگر یہ شہید ہوجائیں تو جعفر طیار امیر ہونگے، اور یہ بھی شہادت سے سرفراز ہوں تو

عبداللہ بن رواحہ، اور یہ بھی جام شہادت پی لیں تو تم لوگ جسکو چاہو اپنا امیر چن لینا۔
جب جنگ شروع ہوئی تو حضور کے فرمانے کے مطابق ہوا۔ حدیث مختصرأیوں ہے اور اسکے راوی عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر ہیں۔

لما التقی الناس بموته جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم علی المنبر وکشف له مابینه ومابین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم : اخذ الرایة زیدبن حارثة فمضی حتی استشهدفصلی علیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ودعاله وقال : استغفروا له وقد دخل الجنة فهو یطیر فیها بجناحین حیث شاء۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہانتک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ سے ارشاد ہوا اسکے لئے استغفار کرو، بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے پھر فرمایا: جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہانتک کہ شہید ہوا، حضور نے انکو بھی اپنی صلاۃ ودعا سے مشرف فرمایا۔ اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اسکے لئے استغفار کرو، وہ جنت میں داخل ہوا اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

ان تینوں واقعات سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی کی جو تحقیقات ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، لکھتے ہیں۔

ان میں اول اور دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر۔اور دوم سوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلاۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں ۔ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے ۔اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے ۔نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا ۔نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج ۔حالانکہ حریص علیکم انکی شان ہے ۔دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑ نا کب انکے کرم کے شایان ہے ۔ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا ۔حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے ۔ اب واقعہ بیر معونہ ہی دکھیئے مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں اجلۂ علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا ۔مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا ۔ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نا ہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو ۔ع آخر ایں ترک وایں مرتبہ بے چیزے نیست ۔اہل انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلثہ کا بھی باذنہ تعالیٰ تصفیہ کریں ۔

واقعہ اولیٰ سے متعلق لکھتے ہیں :۔

اولاً:۔ کہ پہلی دونوں روایتیں (ابو ہریرہ وعمران بن حصین) کی اس حدیث مرسل اصولی کی عاضد قوی ہیں جسکو امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا گیا تھا، حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی،

ان تینوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت اصحمہ نجاشی پر نماز جنازہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ جنازہ سامنے موجود تھا۔

ثانیاً:۔ جب متعدد روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ نماز حاضر پر تھی تو متدل کے خلاف احتمال بدلیل ہوا، لہذا فرماتے ہیں:

بلکہ جب تم متدل ہو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ امام قسطلانی نے مواہب شریف میں یہ جواب نقل کیا اور مقرر رکھا۔

کسی نے ابو ہریرہ اور عمران بن حصین کی روایات پر یوں معارضہ قائم کیا تھا کہ مجمع بن جاریہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ "**ومانری شیئا**" ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے، رواہ الطبرانی۔

اسکا جواب آپ نے اس طرح دیا۔

اس روایت میں حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال بیان کیا لہذا کوئی تعارض نہیں۔ ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی صحیح نہ ہو۔

ثالثاً:۔ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی، لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی، اسی بنا پر امام

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کیلئے یہ باب وضع کیا۔

الصلوۃ علی مسلم یلیہ اہل الشرک فی بلد آخر

دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نماز جنازہ جس کے قریب صرف اہل شرک ہیں۔

اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا:۔

یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہل شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

علامہ زرقانی نے لکھا:۔

یہ الزام دونوں طرف سے مشترکہ ہے، کیوں کہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہل شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

امام ابوداؤد نے اسی پر جزم کیا جب کہ وسعت حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے۔

اس حوالہ امام احمد رضا فرماتے ہیں:۔

یہ احتمال مان کر علامہ زرقانی نے ہمارا بوجھ خود ہی اتار دیا ہے۔

رابعاً:۔ بعض (منافقین) کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ لہذا اس نماز سے مقصود ان کی اشاعت اسلام تھی کہ (بیان بالقول کے مقابل) بیان بالفعل اقوی ہے۔ لہذا مصلی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔

ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہوا کہ نجاشی کی نماز جنازہ ان خصوصیات کی بنا پر پڑھی گئی جس سے حکم عام ثابت نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔ یہاں غیر مقلدین کے بھوپالی امام نواب صدیق حسن خاں کی ایک عجوبہ

روزگار تحقیق پر تنبیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

غیر مقلدین کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت میں ہو اور نمازی قبلہ رو۔

اقول یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ کو کب تھا۔

لا جرم لمانقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انہ انما یجوز ذلک لمن فی جھة القبلة، قال حجتہ الجمود علی قصة النجاشی۔

جب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمت قبلہ میں ہو تو اس پر یہ کہا کہ: ان کی دلیل واقعۂ نجاشی پر جمود ہے۔

تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفة بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)۔

واقعہ دوم:

اس واقعہ سے متعلق اعلیحضرت نے دو جواب دیئے ہیں۔

اولاً:۔ ان تمام احادیث کو ائمہ حدیث عقیل، ابن حبان، بیہقی، ابو عمرو ابن عبد البر، ابن جوزی، نووی، ذہبی، اور ابن الہمام وغیرہم نے ضعیف بتایا۔ پہلی دو حدیثوں

کی سند بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا۔یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا بلکہ کہا۔ابن زیاد سے روایت ہے۔معلوم نہیں راوی کون ہے۔ **به اعله المحقق فی الفتح**۔

ذہبی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔نیز اسکی سند میں نوح بن عمر ہے۔

ابن حبان نے اسے اس حدیث کا چور بتایا۔یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا تھا۔اس نے اس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

تیسری حدیث کی سند میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

ذہبی نے کہا: یہ شخص مجہول ہے اور اسکی یہ حدیث منکر ہے۔

چوتھی حدیث کی سند میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

امام نودی نے خلاصہ میں فرمایا: اسکے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

امام بخاری وابن عدی اور ابو حاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔

ابو حاتم ودارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔

امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گڑھتا تھا۔

ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسکی گڑھی ہوئی ہے۔اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔

ابو الولید طیالسی نے کہا: علاء کذاب تھا۔

عقیلی نے کہا: علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علا ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر۔

ابو عمرو بن عبد العزیز نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔اور دربارۂ

احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں ابن حبان نے بھی یونہی فرمایا: کہ مجھے اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں۔

ثانیاً۔ فرض کیجئے کہ یہ احادیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہیں۔ کما اختارہ الحافظ فی الفتح۔ یا بفرض غلط لذاتہ صحیح سہی۔ پھر اس میں کیا ہے۔ خود اسی میں تصریح ہے۔ کہ جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا۔ تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی۔ جبھی تو حضرت جبرئیل نے عرض کی: حضور نماز جنازہ پڑھنا چاہیں تو زمین لپیٹ دوں۔ تا کہ حضور نماز پڑھیں۔

وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا۔

اولاً۔ استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا: استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔

پھر کہا: نیز اسکا مثل انس سے ترجمہ معاویہ میں بھی معاویہ مزنی روایت کیا۔

اس میں یہ وہم دلانا ہے کہ گویا یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے۔ حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں۔ معاویہ نام جنکے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا۔ کسی نے مزنی کہا کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن۔

ابوعمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں۔

حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح۔اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا، اور معاویہ بن مقرن کو ایک صحابی مانا جن کے لئے یہ روایت نہیں۔

بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا الہام تثلیث محض باطل۔

ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا؛ معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں۔انکو لیثی بھی کہا جاتا ہے اور معاویہ بن مقرن مزنی بھی۔ابو عمرو نے کہا: یہ ہی صواب سے نزدیک تر ہے۔پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا۔اور طریق دوم سے دوسرے طور پر، اور حدیث امامہ سے تیسرے طور پر۔

واقعہ سوم:

اس واقعہ کے پانچ جواب دیئے ہیں، پہلے دو الزامی اور باقی تین تحقیقی ہیں۔

اولاً:۔ یہ حدیث دونوں طریق سے مرسل ہے۔عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے۔اور یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم صغار تابعین سے ہیں۔عمرو بن حزم صحابی کے پرپوتے۔

ثانیاً:۔خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں یہاں تک کہ ذہبی نے انکے متروک ہونے پر اجماع کیا۔

یہ دونوں جواب الزامی ہیں ورنہ ہم حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور امام واقدی کو ثقہ مانتے ہیں۔

ثالثاً:۔عبداللہ بن ابی بکر سے راوی امام واقدی کے شیخ عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہیں **کمافی المیزان**۔تو یہ مرسل نامعتضد ہے۔

رابعاً:۔خود اسی حدیث میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔

معرکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

لیکن یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جنگ موتہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب ۸ ھجری میں ہوئی۔ اور خانۂ کعبہ ۲ ھجری میں قبلہ قرار پاچکا تھا۔ اور نماز جنازہ کے لئے صرف رؤیت کافی نہیں بلکہ جنازہ نمازی کے سامنے ہو۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود 'رابعاً' سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کا رد ہے اور وہ اتنی ہی بات سے ہوگیا کہ حدیث میں یہ ہے کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔

خامساً:۔ کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور 'دعا لہ' عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہ ہی کہ منبر اطہر پر رو بحاضرین و پشت بقبلہ جلوس ہوا اور اس روایت میں نماز کے لئے منبر سے اترنے پھر تشریف لیجانے کا کہیں ذکر نہیں ۔ نیز بر حالت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں ۔ نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز جنازہ کے لئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اس معرکہ میں تیسری شہادت حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہے ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں ۔ اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی ۔

ہاں درود کی ان دو کے لئے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگر چہ وجہ کی ضرورت و حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں ۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان صحابۂ کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا۔ اور وہ یہ کہ انکو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض ہو کر اقبال ہوا تھا۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں ۔ نماز غائب جائز ماننے والے شہید

معرکہ پر نماز ہی نہیں مانتے۔تو باجماع فریقین صلاۃ بمعنی دعا ہونا لازم۔جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی اور امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے صلاۃ علی قبور شہدائے احد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے۔**کما اثرناہ فی النھی الحاجز**، حالانکہ وہاں تو صلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت، ہے یہاں تو اس قدر بھی نہیں۔

وہابیہ کے بعض جاہلان بے خرد مثل شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اصول دانی یوں کھولتے ہیں۔کہ صلاۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول: اولاً۔ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے۔یہ معنی نماز جنازہ میں کہاں، کہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، نہ قرأت ہے نہ قعود، الثالث عندنا والبواقی اجماعاً۔لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ صلاۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق اور صلاۃ مطلقہ میں برزخ ہے۔**کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ**۔**لا جرم** امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلاۃ مجازا ہے۔صحیح بخاری میں ہے۔"**سماھا صلاۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود**"

عمدۃ القاری میں ہے۔

لکن التسمیۃ لیست بطریق حقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز ثانیا۔صلاۃ کے ساتھ جب علی فلاں مذکور ہو تو ہرگز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ :يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔اللھم! صل وسلم وبارک علیه وعلی آله کما تحب و ترضی ۔

وقال تعالیٰ: **صَلِّ عَلَيْهِمْ ،إِنَّ صَلاتَکَ سَكَنٌ لَّهُمْ ،**

وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم :اللھم! صل علی آل ابی اوفی۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی ابی اوفی پر نماز پڑھ ،یا ان کا جنازہ پڑھ ۔کیا صلاۃ علیہ ، شرع میں بمعنی درود نہیں، **ولکن الوھابیة قوم لا یعقلون**۔(فتاوی رضویہ ۴ / ۷۵)

حدیث فہمی اور تطبیق وتوفیق بین الاحادیث کی ایسی ایسی نادر مثالیں محدث بریلوی کی تصانیف میں بھری پڑی ہیں۔

فتاوی رضویہ حصہ نہم میں ایک حدیث نقل فرمائی، جو تیرہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

”لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامة ولا صفر“

چھوت کی بیماری، بدشگونی،الو کا جاہلانہ تصور،اورصفر کی جاہلانہ کارروائی کوئی چیز نہیں اس حدیث کے معارض ہے وہ حدیث کہ حضرت ابو ہریرہ سے وہ بھی مروی ہے، فرماتے ہیں: **فر من المجذوم کما تفر من الاسد**۔

جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ۔

پھر اس کے معنی میں متعدد احادیث نقل فرمائیں۔

اس پر امام احمد رضا محدث بریلوی کا محققانہ کلام بلاغت نظام ملاحظہ کیجئے۔

صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، تو ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر اونٹوں کا کیا حال ہے کہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن، ایک اونٹ خارش والا آکر ان میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہوجاتی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فمن اعدی الاول،** اس پہلے کو کس کی اڑ کر لگی۔

احمد و مسلم وابوداؤد وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر سے ہے ارشاد فرمایا: **ذلکم القدر فمن اجرب الاول** یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی۔

یہ ہی ارشاد احادیث عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس ابوامامہ باہلی، اور عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مروی ہوا حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح و فی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتة من جرب لم تکن قبل ذلک فمن اعدی الاول۔

کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کی نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اڑ کر لگ گئ۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کیلئے ابتداء بغیر دوسرے سے منتقل ہوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے۔ تو حجت قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بیماری خود بخود بھی حادث ہوجاتی ہے۔ اور جب یہ مسلم تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا۔ (فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/ ۲۴۵)

اب بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق حکم سنئے۔

اقول:۔ وباللہ التوفیق: احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اڑ کرنہیں لگتی ۔کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا۔کوئی تندرست بیمار کے قرب واختلاط سے بیمارنہیں ہو جاتا۔ جسے پہلے شروع ہوئی اس کو کس کی اڑ کر لگی، ان متواتر وروشن وظاہر ارشادات عالی کوسن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اڑ کرلگتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقا اس کی نفی فرمائی ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جوٹھا پانی پینا ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص ان کے کھانیکی جگہ نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں منہ لگا کر انہوں نے پانی پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کرنوش کرنا یہ اور یہ بھی واضح کر رہا ہے کہ عدوی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے۔ورنہ اپنے کو بلا کیلئے پیش کرنا شرع ہرگز روانہیں رکھتی ۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ :و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ۔** آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اول (مجذوموں سے دور ونفور رہنے) کی حدیثیں وہ اس درجۂ عالیہ صحت پرنہیں جس پر احادیث نفی ہیں۔ان میں اکثر ضعیف ہیں۔اور بعض غایت درجہ حسن ہیں صرف حدیث اول کی تصحیح ہوسکی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلیٰ وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی میں ابطال عدوی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اڑ کرنہیں لگتی تو یہ حدیث خود واضح فرمارہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ اور اندیشہ کی بنا پرنہیں ۔ معہذا صحت میں اس کا پایہ بھی دیگر احادیث نفی سے گراہوا ہے کہ اسے امام بخاری

نے مسندا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق۔

لہذا اصلاً کوئی حدیث ثبوت عدوی میں نص نہیں۔ یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اڑ کر لگ جاتی ہے۔

ہاں وہ حدیث کہ جذامیوں کی طرف نظر جما کر نہ دیکھو ان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو۔ صاف یہ تحمل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمہیں گھن آئے گی، نفرت پیدا ہوگی، ان مصیبت زدوں کو تم حقیر سمجھو گے۔ ایک تو یہ خود حضرت عزت کو پسند نہیں، پھر اس سے ان گرفتاران بلا کو ناحق ایذاء پہونچے گی۔ اور یہ روا نہیں۔

قول مشہور و مذہب جمہور و مشرب منصور کہ دوری و فرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا و قدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہو گیا تو ابلیس لعین اسکے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی۔ اول تو یہ ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا۔ اسی قدر فساد کیلئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک اور ہائل ہوگا۔ لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کیلئے دوری بہتر ہے ہاں، کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا۔ اگر عیاذاً باللہ کچھ حادث ہوتا ان کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا۔ ان کے دلوں میں کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ **لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا** بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہو سکے گا۔

اسی طرف اس قول وفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلا یا اور **کل ثقة بالله و توكلا عليه** فرمایا۔

امام اجل امین، امام الفقہاء والمحدثین، امام اہل الجرح والتعدیل امام اہل التصحیح و التعلیل، حدیث وفقہ دنوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار شریف میں در بارہ نفی عدویٰ احادیث روایت کر کے یہ ہی تفصیل بیان فرمائی ۔

بالجملہ مذہب معتمد وصحیح ورجیح ونجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں۔ کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا۔

"انا عند ظن عبدی بی"۔

وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اس کی باطنی بیماری کہ وہم پرورد ہ تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہو گئی۔

فیض القدیر میں ہے: **بل الوهم وحده من اكبر اسباب الاصابة**

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور اس دوراندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہوا اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی اور معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے۔ یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا۔ ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں۔ اور کامل الایمان بندگان خدا کیلئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ

بیماری اڑ کر لگتی ہے۔ اسے تو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد فرما چکے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اقول: پھراز آنجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں۔ لہذا ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا۔ مثلا معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد و اقارب وزوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دور بھاگیں اور اسے تنہا وضائع چھوڑ جائیں یہ ہرگز حلال نہیں۔ بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہم بستری سے بھی منع نہیں کرسکتی۔ لہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم، وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جذام شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اور خدا ترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ پر لازم سمجھتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اللّٰه اللّٰه فی من لیس له الا اللّٰه**۔ یعنی اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو، اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔

لہذا علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس بیٹھنا اٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گزاری وتیمارداری موجب ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹ / ۲۵۳)

اس تفصیل سے جملہ احادیث میں توفیق وتطبیق بروجہ اتم ظاہر ہوئی اور اصلاً کسی کو مجال دم زدن نہ رہی۔ واللہ الموفق وہو ولی التوفیق۔

بلاشبہ ایسی تحقیقات عالیہ محدث بریلوی کا حصہ ہیں۔

ان تمام تر ابحاث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امام اہلسنت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات ہر جہات خصوصا فن حدیث میں مسلم ہے آپ کی

ذات پر یا آپ کے محدثانہ طرز استدلال پر یا آپکی کی تصانیف پر نقد و جرح کرنا نرا جاہلیت ہے۔

فتاوی رضویہ کے حوالے علمائے کی آرائیں:

مناظر اہلسنت علامہ عبد الستار ہمدانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

کہ امام اہلسنت کی تصانیف خصوصا فتاوی رضویہ مقبول انام ہے۔

حافظ کتب حرم شریف مکہ معظّمہ حضرت علیہ سید اسمعیل خلیل مکی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَاللّٰهِ أَقُولُ وَالْحَقِّ أَقُولُ أَنَّهُ لَوْرَاهَا أَبُو حَنِيفَةَ النِّعْمَانُ لَأَقَرَّتْ عَيْنَهُ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَهَا مِنْ جُمْلَةِ الأَصْحَابِ" ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاوی کے مؤلف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے"

(الاجازۃ المستنیۃ لعلماء بمکۃ والمدینۃ)

شاعر مشرق علامہ اقبال:

ہندوستان کے دور آخر میں اعلیحضرت رحمہ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع کمال فقاہت، علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ انھیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاوی میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولینا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے" (مقالات یوم رضا)

مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی)

علامہ شامی اور صاحب فتح القدسر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔ (سوانح سراح الفقہاء - از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

مولوی سید محمد یوسف شاہ بنوری دیوبندی کے والد بزرگوار سید زکریا شاہ صاحب بنوری پیشاوری:

''اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو نہ پیدا فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی'' (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت)

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے ہیں۔ اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔'' (مقالات یوم رضا)

ملک غلام علی نائب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوے کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر بہ سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ (ارمغان حرم)

تاج العلماء اولادرسول حضرت محمد میاں مارہروی مارہرہ مقدسہ:

''اعلیٰ حضرت کو میں علامہ ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں'' (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت)

مولینا عبدالحیٔ لکھنوی والد مولوی ابوالحسن علی ندوی

''**برع فی العلم وفاق اقرانه في كثير من الفنون لا سيما الفقه والاصول**'' ترجمہ: (اعلیٰ حضرت) بیشتر علوم اور فنون خصوصا فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ (نزھۃ الخواطر)

مولوی سید سلیمان ندوی:

''اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ رہ گئیں۔ حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی کی ہیں؟ جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں۔ مگر آج پتہ چلا کہ نہیں، یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں، جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاذ مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں'' (ماہنامہ ندوہ اگست ۱۹۱۳ء)

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور (پاکستان) کے شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب:

''اعلیٰ حضرت کا علم مستحضر تھا۔ انھیں کتابیں ٹٹولنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی جس مسئلے پر انھوں نے قلم اٹھایا ہے بے تکلف لکھتے گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسائل کی کتابیں ان کے سامنے پڑی ہیں۔ اگر کہیں انھوں نے تلخ لب لہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ مخالفین کی شانِ رسالت میں گستاخی ہے۔ (پیغامات یوم رضا)

مخدوم ملت سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔

''ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علماء عرب عجم کو اعتراف ہے کہ حضرت شیخ محقق دہلوی بحر العلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال تھا کہ مولی تعالی نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا **ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ**۔ اس عنوان پر غور کرنا ہوتو فتاوی رضویہ کا گہرا مطالعہ کرڈالئے'' (مجدد اعظم امام احمد رضا المعروف خطبہ صدارت ۱۳۹۷ء)

ابتدا تا انتہا فتاوی رضویہ شریف اپنی جامعیت کے سبب بے مثل ومثال ہے کوئی بھی بدخواہ اسکی مخالفت میں کوئی عبارت پیش نہیں کرسکتا ہے اور قیامت تک نہیں پیش کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی ہم تمام اہلسنت والجماعت کو مسلک اعلی حضرت کا گامزن رکھے اور بدخواہوں کو ہدایت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

❀❀❀

تمت بالخیر یارب العلمین

طالب دعا: غلام رسول اسماعیلی

M:9572161137

وادی رضا کی، کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

✲✲✲